Chapter 2 **سورة البقرة** The Cow which was worshiped

آیات 286

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اللہ کے نام سے جو سنورنے والوں کی مرحلہ وار اور قدم بہ قدم مدد و رہنمائی کرتے ہوئے انہیں ان کے کمال تک لے جانے والا ہے (وہ یہ آگاہی دے رہا ہے کہ)!

الٓمّٓ ۚ ﴿۱﴾

1-ا اللہ، ل علیم، م حکیم یعنی اللہ وہ جو لامحدود علم کا مالک ہے (علیم) اور حقائق کی باریکیوں کے مطابق درست اور نادرست کی اٹل حدیں مقرر کر کے فیصلے کرنے والا ہے (حکیم) (یہ اُس کا فرمان ہے کہ)!

ذٰلِكَ الۡكِتٰبُ لَا رَيۡبَ ۛ فِيۡهِ ۛ هُدًى لِّلۡمُتَّقِيۡنَ ۙ ﴿۲﴾

2-یہ (قرآن) ایک ایسا ضابطۂ حیات ہے جو لا ریب ہے یعنی جس میں کوئی شک، بے چینی، الجھن اور تضاد پیدا کرنے والی بات نہیں اور یہ ان لوگوں کو درست و روشن راہ دکھاتے ہوئے اطمینان بھری منزل تک لے جاتا ہے، جو زندگی کی تباہیوں سے بچنا چاہتے ہیں (اور جو نہیں بچنا چاہتے تو ان کے لئے برابر ہے چاہے تم انہیں تباہیوں سے آگاہ کرو یا نہ کرو 2/6)۔

الَّذِيۡنَ يُؤۡمِنُوۡنَ بِالۡغَيۡبِ وَيُقِيۡمُوۡنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقۡنٰهُمۡ يُنۡفِقُوۡنَ ۙ ﴿۳﴾

3-(چنانچہ) جو لوگ غیب unperceivable presence and unperceivable absence یعنی نا قابلِ ادراک حقائق پر ایمان لاتے ہیں اور نظامِ صلوٰۃ قائم کرتے ہیں یعنی نماز سمیت نازل کردہ نظامِ زندگی کو نافذ کرتے ہیں اور زکوٰۃ کی ادائیگی کا نظام قائم کرتے ہیں یعنی دولت کی تقسیم کا ایسا نظام قائم کرتے ہیں جس سے انسانوں کی صلاحیتوں کی نشو و نما ہوتی رہتی ہے اور زندگی کی نشو و نما کا سامان جو ہم نے انہیں دیا ہے، وہ اس میں سے (حقیقی ضرورت مندوں کے لئے) کھلا رکھتے ہیں،

وَالَّذِيۡنَ يُؤۡمِنُوۡنَ بِمَآ اُنۡزِلَ اِلَيۡكَ وَمَآ اُنۡزِلَ مِنۡ قَبۡلِكَ ۚ وَبِالۡاٰخِرَةِ هُمۡ يُوۡقِنُوۡنَ ؕ ﴿۴﴾

4-اور (اے محمدؐ) جو لوگ تمہاری طرف نازل کئے گئے اس (قرآن) پر ایمان رکھتے ہیں یعنی اس کو تسلیم کر کے خوف اور کشمکش سے آزاد ہو کر امن میں داخل ہو جاتے ہیں اور جو کچھ آپ سے پہلے نازل کیا گیا (ان سب پر ایمان رکھتے

ہیں) اور وہ آخرت پر بھی یقین رکھتے ہیں،

أُولَٰئِكَ عَلَىٰ هُدًى مِّن رَّبِّهِمْ ۖ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿٥﴾

5- تو یہ ہیں وہ لوگ جو اپنے نشوونما دینے والے سے نشوونما حاصل کرنے کے لئے اُس کے درست و روشن راستے پر اطمینان بھری منزل کی طرف گامزن ہیں اور یہی وہ لوگ ہیں جو اپنی محنتوں میں کامیاب و کامران ہوں گے۔

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ أَأَنذَرْتَهُمْ أَمْ لَمْ تُنذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿٦﴾

6- (لیکن ان کے برعکس) کافر یعنی وہ لوگ جنہوں نے نازل کردہ سچائیوں اور احکام وقوانین سے انکار کر کے سرکشی اختیار کر لی، بلاشبہ (وہ ایسی حالت میں داخل ہو جاتے ہیں جہاں) تم انہیں ان کے طریقوں کے تباہ کن نتائج سے خوفزدہ کرو یا نہ کرو ان کے لئے برابر ہے کیونکہ وہ نازل کردہ حقیقتوں کو تسلیم ہی نہیں کرتے۔

ع 1 7 1

خَتَمَ اللَّهُ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ وَعَلَىٰ سَمْعِهِمْ ۖ وَعَلَىٰ أَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ ۖ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿٧﴾

7- (نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ) ان کے قلب پر (یعنی ان کی سچائیوں کو تسلیم کرنے اور جذبوں کو زندہ رکھنے والی صلاحیتوں پر) اور ان کے سننے کی صلاحیت پر اللہ مہر لگا دیتا ہے یعنی اللہ انہیں بند کر دیتا ہے اور ان کی دیکھنے کی صلاحیت پر پردہ ڈال دیتا ہے (یعنی اللہ کے قوانین سے مسلسل انکار و سرکشی سے یہ صلاحیتیں درست اور نادرست میں فرق کرنے سے محروم ہو جاتی ہیں کیونکہ وہ اللہ کے سزا والے قانون کی گرفت میں آ جاتی ہیں اسی وجہ سے) ان کے لئے عذابِ عظیم ہے۔

وقف لازم

وَمِنَ النَّاسِ مَن يَقُولُ آمَنَّا بِاللَّهِ وَبِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَمَا هُم بِمُؤْمِنِينَ ﴿٨﴾

8- اور انسانوں میں ایسے بھی ہیں جو کہتے ہیں کہ اللہ اور آخرت کو (یعنی اس زندگی کے بعد کی زندگی جہاں اعمال کی جوابدہی ہوگی کو) ہم تسلیم کرتے ہیں حالانکہ وہ انہیں تسلیم نہیں کرتے۔

يُخَادِعُونَ اللَّهَ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَمَا يَخْدَعُونَ إِلَّا أَنفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُونَ ﴿٩﴾

9- وہ سمجھتے ہیں کہ اس طرح انہوں نے اللہ کو اور اہلِ ایمان کو یعنی ان لوگوں کو جو نازل کردہ سچائیوں اور احکام وقوانین کو تسلیم کر کے اطمینان و بے خوفی کی راہ پر چل پڑے ہیں دھوکہ و فریب دے دیا ہے۔ حالانکہ یہ بے شعور سمجھتے ہی نہیں کہ اس طرح انہوں نے خود اپنی ذات کو فریب و دھوکے میں مبتلا کر رکھا ہے۔

فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ فَزَادَهُمُ اللَّهُ مَرَضًا ۖ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ بِمَا كَانُوا يَكْذِبُونَ ﴿١٠﴾

10- (اس لحاظ سے) ان کے قلب (یعنی اِن کی اُن صلاحیتوں میں جو سچائیوں کو تسلیم کرتی ہیں اور جذبوں کو زندہ رکھتی ہیں) میں ایسی بیماری ہوتی ہے (جس کی وجہ سے یہ لوگ سچائیوں کو مسترد کرتے رہتے ہیں اور سزا کے طور پر) اللہ ان کی

بیماری کو اور بڑھا دیتا ہے اور ان کے لئے الم انگیز عذاب ہے کیونکہ وہ جھوٹ بولتے ہیں۔

(نـوٹ: قلب کا مادہ (ق ل ب) ہے اس کے بنیادی معنی الٹنا پلٹنا، کسی چیز کو ادلتے بدلتے رہنا وغیرہ ہیں۔عقل وبصیرت کا کام یہ ہے کہ وہ اشیاء اور ان کے خواص کو اچھی طرح الٹ پلٹ کر دیکھے اور پھر کسی نتیجے پر پہنچے، اس لئے عقل کو بھی قلب کہتے ہیں کیونکہ اس طرح الٹنے پلٹنے کا اصل مقصد سچائی تک پہنچنا، اسے ظاہر کرنا اور قبول کر لینا ہوتا ہے اور اس کے بعد اسے اختیار کرنا ہوتا ہے۔ اور سچائی کو اختیار کرنا ارادے اور جذبے کا کام ہوتا ہے اسی لئے مجموعی طور پر قلب کا مطلب جو کیا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ انسان کی وہ صلاحیتیں جو سچائیوں کو تسلیم کرتی ہیں اور جذبوں کو زندہ رکھتی ہیں تا کہ سچائیاں اختیار کی جاسکیں۔ چنانچہ اس سلسلے میں عقل، بصیرت، جذبات، احساسات وغیرہ جیسی انسانی صلاحیتوں کے مجموعے کو قلب کے طور پر جانا جاتا ہے۔ لہٰذا قلب کا جو مطلب دل کیا جاتا ہے تو اس کا مطلب بھی یہی ہے کیونکہ دل میں دھڑکن ہوتی ہے اور دل کا کام خون کے بہاؤ کے نظام کو قائم رکھنا ہوتا ہے جس سے یہ صلاحیتیں وجود پذیر رہتی ہیں یعنی دل کے بند ہونے کے ساتھ ہی یہ صلاحیتیں بھی بند ہو جاتی ہیں۔ بہر حال انقلاب کا لفظ بھی قلب سے نکلا ہے اور اس کا مطلب بھی بدلنا یا تبدیلی لا نا لیا جاتا ہے۔ قلب ''درمیان'' کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے۔ کسی چیز کے بہترین حصے کو بھی قلب کہتے ہیں اور کسی چیز کے خلاصہ کو بھی قلب کہتے ہیں، اور قلب کی جمع قلوب ہے)۔

وَاِذَا قِيۡلَ لَهُمۡ لَا تُفۡسِدُوۡا فِى الۡاَرۡضِۙ قَالُوۡاۤ اِنَّمَا نَحۡنُ مُصۡلِحُوۡنَ ﴿۱۱﴾

11-اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ زمین میں فساد برپا نہ کرو یعنی انسان کی مستقل اقدار تباہ کر کے زندگی کے حسن و توازن کو نہ بگاڑو تو وہ کہتے ہیں کہ ہم تو ان اقدار کو سنوارنے والے ہیں۔

اَلَاۤ اِنَّهُمۡ هُمُ الۡمُفۡسِدُوۡنَ وَلٰـكِنۡ لَّا يَشۡعُرُوۡنَ ﴿۱۲﴾

12- مگر پورے ہوش وحواس سے سن رکھو کہ اس میں کوئی شک وشبے والی بات ہی نہیں کہ یہی وہ لوگ ہیں جو انسان کی مستقل قدروں کو تباہ کر کے زندگی کا حسن وتوازن بگاڑنے والے ہوتے ہیں مگر یہ اس کا شعور نہیں رکھتے۔

وَاِذَا قِيۡلَ لَهُمۡ اٰمِنُوۡا كَمَآ اٰمَنَ النَّاسُ قَالُوۡاۤ اَنُؤۡمِنُ كَمَآ اٰمَنَ السُّفَهَآءُ ‌ؕ اَلَاۤ اِنَّهُمۡ هُمُ السُّفَهَآءُ وَلٰـكِنۡ لَّا يَعۡلَمُوۡنَ ﴿۱۳﴾

13-اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ تم بھی دوسرے انسانوں کی طرح نازل کردہ سچائیوں اور احکام وقوانین کو تسلیم کر کے امن کی راہ اختیار کر لو! تو وہ جواب دیتے ہیں کہ ہم بے وقوف لوگوں کی طرح ہیں کہ ایمان لے آئیں؟ لیکن خبردار ہو جاؤ اور ہر تحقیق گواہ رہے گی کہ اصل میں یہی لوگ بے وقوف ہیں (مگر وہ اپنی اس فریب زدہ سوچ) کو جانتے نہیں۔

وَاِذَا لَقُوا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا قَالُوۡاۤ اٰمَنَّا ۖۚ وَاِذَا خَلَوۡا اِلٰى شَيٰطِيۡنِهِمۡۙ قَالُوۡاۤ اِنَّا مَعَكُمۡۙ اِنَّمَا نَحۡنُ مُسۡتَهۡزِءُوۡنَ ﴿۱۴﴾

14-اور جب وہ ان لوگوں سے ملتے ہیں جنہوں نے نازل کردہ سچائیوں اور احکام وقوانین کو تسلیم کر کے اطمینان و بے خوفی کی راہ اختیار کر لی ہے، تو انہیں کہتے ہیں! کہ ہم (بھی تمہاری طرح) ایمان لے آئے ہیں۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے کیونکہ جب وہ تنہائی میں اپنے جیسے شیطانوں سے ملتے ہیں تو انہیں کہتے ہیں کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں (کیونکہ اصل میں ہمارا طریقہ اور عقیدہ تو وہی ہے جو تمہارا ہے) ہم تو ان سے صرف مذاق کرتے ہیں۔

(**نوٹ**: جنوں کی طرح انسانوں میں بھی شیطان ہوتے ہیں، 6/112)۔

اَللّٰهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ وَيَمُدُّهُمْ فِىْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ﴿۱۵﴾

15-(مگر یاد رکھو! کہ آخرِ کار وہ خود اپنی سرکشی، منافقت اور تکبر کی بناء پر) اللہ (کے قوانین کے ہاتھوں) مذاق بن کر رہ جاتے ہیں اور پھر وہ اپنی سرکشی و گمراہی میں کھنچتے چلے جانے کی بناء پر (آخرِ کار) حیران و سرگرداں ہو کر (اندھوں کی طرح) بھٹکتے رہ جاتے ہیں۔

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰى ۖ فَمَا رَبِحَتْ تِّجَارَتُهُمْ وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ ﴿۱۶﴾

16-(چنانچہ) یہ ہیں وہ لوگ جنہوں نے اس درست و روشن راہ کو جو اطمینان بھری منزل کو لے جانے والی تھی کے بدلے میں ایسے راستے کا سودا کر لیا جس کو اختیار کرنے کے نتیجے میں وہ بہکتے اور بھٹکتے رہ گئے۔ اور اس طرح کا سودا اس طرح کے لوگوں کے لئے خسارے اور نقصان کا باعث بن کے رہتا ہے کیونکہ یہ ایسے لوگ ہوتے ہیں (جو نازل کردہ حقیقتوں کی) روشنی میں اطمینان بھری منزل کا راستہ اختیار ہی نہیں کرتے۔

مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِى اسْتَوْقَدَ نَارًا ۚ فَلَمَّآ اَضَآءَتْ مَا حَوْلَهٗ ذَهَبَ اللّٰهُ بِنُوْرِهِمْ وَتَرَكَهُمْ فِىْ ظُلُمٰتٍ لَّا يُبْصِرُوْنَ ﴿۱۷﴾

17-ان کے بارے میں تشبیہہ کے طور پر یوں سمجھو! کہ جس طرح کسی شخص نے (اپنے ماحول کو تابناک کرنے کے لئے) آگ جلائی (تاکہ وہاں جو کچھ اچھا بُرا ہے نمایاں ہو کر حقائق روشن ہو جائیں) مگر جب اس نے سارا ماحول روشن کر دیا تو ان (کے اچھے اور بُرے حقائق کو سمجھنے اور پرکھنے والی صلاحیتوں کی) روشنی اللہ نے چھین لی (یعنی اللہ کی سچائیوں کا مسلسل انکار کرتے رہنے کی وجہ سے وہ روشنی ناکارہ ہو کر رہ گئی) اور تب وہ رہ گئے تاریکی کی اس حالت میں (جس میں سب کچھ موجود تو ہوتا ہے مگر) کچھ دکھائی نہیں دیتا۔

صُمٌّۢ بُكْمٌ عُمْىٌ فَهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ ﴿۱۸﴾

18-(کیونکہ جب پرکھنے اور سمجھنے والی صلاحیتوں کی روشنی ناکارہ ہو جاتی ہے تو کان سچائی کی آوازیں سن کر ان سنی کر

دیتے ہیں جیسے کہ) بہرے ہوتے ہیں (زبانیں سچائی وانصاف کے الفاظ کہہ نہیں سکتیں جیسے کہ) گونگے ہوتے ہیں (آنکھیں سچائیوں کو دیکھ کر اَن دیکھا کردیتی ہیں جیسے کہ) اندھے ہوتے ہیں۔ چنانچہ وہ واپس ایسی حالت کی طرف نہیں آتے (جہاں نازل کردہ سچائیوں سے رہنمائی حاصل کی جاتی ہے)۔

اَوْ كَصَيِّبٍ مِّنَ السَّمَآءِ فِيْهِ ظُلُمٰتٌ وَّرَعْدٌ وَّبَرْقٌ ۚ يَجْعَلُوْنَ اَصَابِعَهُمْ فِيْٓ اٰذَانِهِمْ مِّنَ الصَّوَاعِقِ حَذَرَ الْمَوْتِ ۭ وَاللّٰهُ مُحِيْطٌۢ بِالْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۹﴾

19- یا ان کی مثال یوں ہے کہ جیسے آسمان سے (تیز طوفانی) بارش ہو رہی ہو۔ اس میں اندھیرا (ایسا کہ کچھ دکھائی نہ دے) بجلیاں کڑک رہی ہوں اور چمک رہی ہوں۔ وہ اس خوف سے کہ کہیں کڑکتی ہوئی بجلی ان پر نہ آ گرے اور انہیں مار ڈالے وہ اپنے کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیتے ہیں تاکہ بجلیوں کے گرنے سے جو موت واقع ہوتی ہے وہ ان سے (محفوظ ہو جائیں) مگر اللہ ایسے تمام لوگوں کو جنہوں نے نازل کردہ سچائیوں اور احکام وقوانین کا انکار کر کے سرکشی اختیار کر رکھی ہے انہیں ہر طرف سے گھیرے ہوئے ہے۔

يَكَادُ الْبَرْقُ يَخْطَفُ اَبْصَارَھُمْ ۭ كُلَّمَآ اَضَاۗءَ لَھُمْ مَّشَوْا فِيْهِ ڎ وَاِذَآ اَظْلَمَ عَلَيْهِمْ قَامُوْا ۭ وَلَوْ شَاۗءَ اللّٰهُ لَذَھَبَ بِسَمْعِهِمْ وَاَبْصَارِهِمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۲۰﴾ ع 2 13 2

20- اس بناء پر یوں لگتا ہے کہ آنکھوں (کو خیرہ کرنے والی) بجلی کی (چمک) ان کی دیکھنے کی صلاحیتوں کو برباد کر دے گی۔ لیکن جونہی بجلی کی چمک سے روشنی ہوئی وہ اس میں چل پڑے۔ اور جب پھر تاریکی چھا گئی تو وہ کھڑے ہو گئے۔ لیکن اگر اللہ مناسب سمجھتا تو ایسے میں ان کی سننے اور دیکھنے کی قوتیں تباہ کر دیتا کیونکہ تحقیق کرنے والے جانتے ہیں کہ اللہ نے ہر شے پر اس کی مناسبت کے پیمانے مقرر کر رکھے ہیں۔ (چنانچہ ان لوگوں کے ساتھ، پہلے والے انکاریوں، منافقوں اور متکبر لوگوں کے برعکس ایسا نہیں کیا گیا کیونکہ ابھی یہ نازل کردہ حقیقتوں کو کچھ سننے، دیکھنے اور رہنمائی حاصل کرنے کے لئے تیار تھے)۔

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۲۱﴾

21- (لہٰذا) اے نوع انساں! اپنے رب کے احکام وقوانین کی اطاعت اختیار کر لو کیونکہ اسی نے تمہیں اور تم سے پہلے والے لوگوں کو تخلیق کیا۔ لہٰذا تم تباہ کن نتائج سے بچنے کے لئے اسی کے احکام وقوانین کو اختیار کئے رکھو۔

الَّذِىْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا وَّالسَّمَاۗءَ بِنَاۗءً ۠ وَّاَنْزَلَ مِنَ السَّمَاۗءِ مَاۗءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ ۚ فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا وَّاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۲﴾

22-(چنانچہ تمہیں تخلیق دینے والے اور تمہاری نشو ونما کرنے والے نے ہی تمہارے لئے) زمین کو اس طرح بنایا کہ وہ بچھ کر (وسیع وعریض جگہ بن گئی جہاں زندگی گزاری جا سکے) اور آسمان کو سائبان نما بنایا اور اسی بلندی میں سے (زندگی بخش) پانی کے برسنے کا ذریعہ بنا دیا جو تمہارے لئے زندگی کی نشو ونما کے سامان کے طور پر ہر طرح کے پھلوں، پھولوں اور رزق کو پیدا کرنے کا باعث بنا۔ اسی لئے تم جان جاؤ (کہ ایسا غلبہ واختیار رکھنے والے) اللہ کے اختیارات میں کسی اور کا اختیار شامل نہ کر لینا۔

وَاِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ ۠ وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝٢٣

23-اور (یہ نظامِ زندگی کا مکمل ضابطہ) جو ہم نے اپنے اطاعت گزار (محمدؐ) پر نازل کیا (اور وہ بغیر کسی شک وشبہ کے اسے تسلیم کر کے بجائے اپنی مرضی کے صرف اللہ کے احکام کے مطابق عمل پیرا ہے) اور اگر تم کسی تذبذب میں ہو (کہ یہ وحی نہیں ہے) تو تم (قرآن کی) کسی ایک سورۃ جیسی سورۃ بنا لاؤ اور سوائے اللہ کے (اس مقابلے میں) تم اپنے گواہوں کو بھی بلا لو (تاکہ سچائی کا فیصلہ ہو سکے) اگر تم سچے ہو۔

فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ ۚۖ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ ۝٢٤

24- لیکن اگر تم اس (جیسی سورۃ) نہ بنا سکو اور یہ طے ہے کہ کبھی نہ بنا سکو گے (تو پھر انکار کرتے رہنے سے بہتر ہے کہ نازل کردہ سچائیوں کو تسلیم کر کے ان پر عمل پیرا ہو جاؤ تاکہ تم آخر کار ایسے انجام اور) آگ سے بچ سکو جس میں انسان اور پتھر تک ایندھن بن کے رہ جاتے ہیں۔ (اس لئے ڈرو اس سے کیونکہ دوزخ کی) اس آگ کا سامنا ان لوگوں کو کرنا پڑے گا جو نازل کردہ سچائیوں اور احکام وقوانین کا انکار کر کے سرکشی اختیار کئے رکھتے ہیں۔

وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ كُلَّمَا رُزِقُوْا مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ رِّزْقًا ۙ قَالُوْا هٰذَا الَّذِيْ رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ ۙ وَاُتُوْا بِهٖ مُتَشَابِهًا ؕ وَلَهُمْ فِيْهَآ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ ۙۗ وَّهُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝٢٥

25-اور جو لوگ نازل کردہ سچائیوں اور احکام وقوانین کو تسلیم کر کے سنورنے سنوارنے کے کام کرتے رہتے ہیں تو انہیں خوشخبری دے دو! کہ ان کے لئے جنتیں ہیں جن کے نیچے شفاف پانیوں کے دھارے بہتے رہتے ہیں۔ پھر جب وہاں انہیں زندگی بخش سامان میں سے شیریں پھلوں کی حیات بخش نعمتیں کھانے کے لئے دی جاتی ہیں تو وہ کہہ اٹھتے ہیں! کہ یہ زندگی بخش نعمتیں تو ان سے ملتی جلتی ہیں جو اس سے پہلی (زندگی میں) انہیں دی جاتی تھیں اور وہاں وہ ایسے جیون ساتھی

جوڑے بنا دیئے جائیں گے جو ہر لحاظ سے صاف ستھرے اور پاکیزہ ہوں گے اور یہ (لوگ ان ابدی مسرتوں سے لبریز بہشت) میں ہمیشہ کے لئے رہیں گے۔

(نوٹ: رزق کا مادہ (رزق) ہے۔ اس کے بنیادی معنی ہیں ''ہر وہ چیز جس سے نفع اٹھایا جائے'' وہ اسباب وذرائع یا کھانے پینے کی چیزیں جن سے انسان کی نشوونما ہوتی ہے۔ اسی حوالے سے تمام زندگی بخش یا زندگی کی نشوونما کرنے والی چیزوں یا نعمتوں کو رزق کہا جاتا ہے۔ جن حقیقتوں کو اپنانے سے انسانی ذات کی نشوونما ہوتی ہے انہیں بھی رزق کہا جاتا ہے)۔

إِنَّ اللَّهَ لَا يَسْتَحْيِي أَنْ يَضْرِبَ مَثَلًا مَا بَعُوضَةً فَمَا فَوْقَهَا ۚ فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا فَيَعْلَمُونَ أَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَبِّهِمْ ۖ وَأَمَّا الَّذِينَ كَفَرُوا فَيَقُولُونَ مَاذَا أَرَادَ اللَّهُ بِهَٰذَا مَثَلًا ۘ يُضِلُّ بِهِ كَثِيرًا وَيَهْدِي بِهِ كَثِيرًا ۚ وَمَا يُضِلُّ بِهِ إِلَّا الْفَاسِقِينَ ﴿٢٦﴾

وقف لازم

26- تحقیق کرنے والے جانتے ہیں (کہ بہت سی باتیں مثالوں، تشبیہوں اور استعاروں سے ہی سمجھائی جا سکتی ہیں چنانچہ یہ) اللہ کی شان کے خلاف نہیں (کہ وہ سچائیوں کو سمجھانے کے لئے) مچھر یا اس سے بھی بڑھ کر کوئی مثال بیان کر دے۔ بہر حال وہ لوگ جو اللہ کی نازل کردہ حقیقتوں کو تسلیم کرنے والے ہیں تو وہ جانتے ہیں کہ ان کے نشوونما دینے والے کی طرف سے دی گئی (مثال) ایک یقینی سچ ہوتی ہے۔ مگر وہ لوگ جنہوں نے ان حقیقتوں کا انکار کر رکھا ہوتا ہے تو وہ کہتے ہیں! کہ اللہ کا ایسی مثالوں کو دینے کا ارادہ وجواز کیا ہے۔ (حالانکہ) وہ ان کے ساتھ بہتوں کو گمراہ کر دیتا ہے اور بہت سے لوگوں کو ہدایت دے دیتا ہے۔ لیکن ان (مثالوں، تشبیہوں اور استعاروں) سے صرف فاسقین کو گمراہی میں ڈالتا ہے یعنی اُن کو گمراہی میں ڈالتا ہے جو اللہ کے احکام وقوانین کی حفاظت سے نکل کر خرابیاں پیدا کرنے والا راستہ اختیار کر لیتے ہیں۔

الَّذِينَ يَنْقُضُونَ عَهْدَ اللَّهِ مِنْ بَعْدِ مِيثَاقِهِ وَيَقْطَعُونَ مَا أَمَرَ اللَّهُ بِهِ أَنْ يُوصَلَ وَيُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ ۚ أُولَٰئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ ﴿٢٧﴾

27- (اور وہ لوگ جو نازل کردہ احکام وقوانین پر عمل کرنے اور اس پر قائم رہنے کے لئے بظاہر) اللہ کے اس معاہدے میں شامل ہو گئے کہ (اس کے بدلے میں انہیں، آخر کار، اس دنیا اور اگلی دنیا میں مسرتیں اور اطمینان حاصل ہوگا) مگر اس پختگی کے بعد انہوں نے اسے (اپنی بے یقینی اور گمراہی کی بناء پر) توڑ دیا اور (نہ صرف یہ بلکہ جن رشتوں اور بندھنوں) کو جوڑے رکھنے کا اللہ نے حکم دے رکھا ہے وہ انہیں توڑتے چلے جاتے ہیں اور زمین میں امن واطمینان تباہ کر کے زندگی کے حسن وتوازن کو بگاڑتے ہیں تو یہی وہ لوگ ہیں (جو آخر کار ایسے انجام سے دوچار ہوں گے جو ان سے سب

کچھ چھین کر) خسارے میں مبتلا کر دینے والا ہوتا ہے۔

كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَكُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْيَاكُمْ ۚ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۲۸﴾

28-(لیکن اگر تم غور کرو تو) تم کس طرح اللہ کا انکار کر سکتے ہو (کیونکہ جس زندگی کی وجہ سے تم نے بہترین راستے کو چھوڑ کر اس کے انکار کا راستہ اپنا رکھا ہے تو) تم تو اس زندگی سے ہی محروم تھے، مگر تمہیں وہ زندگی تو اسی کی عطا کی ہوئی ہے اور وہی اللہ پھر تمہیں اس زندگی سے محروم کر دے گا اور پھر تمہیں زندگی عطا کر دے گا (سوچو کہ پھر کیا جواب دو گے کیونکہ آخر کار پھر) تمہیں واپس تو اسی کے پاس لوٹ کر جانا ہے۔

هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ۚ ثُمَّ اسْتَوٰٓى اِلَى السَّمَآءِ فَسَوّٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ ۭ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۲۹﴾ ع 3 9 3

29- یہ وہی اللہ ہے جس نے تمہارے لئے زمین میں وہ سب کچھ تخلیق کیا (جس سے تم فائدے اور لذتیں اٹھاتے ہو۔ صرف اتنا ہی نہیں بلکہ پھر اس سب کچھ کو محفوظ و قائم رکھنے کی خاطر اس نے زمین سے) آسمان کی جانب (تہہ در تہہ) سات یعنی متعدد بلندیوں کا درست نظام قائم کر دیا کیونکہ وہ ہر شے کا لامحدود علم رکھنے والا ہے۔

(**نوٹ:** سبع کا مادہ (س ب ع) ہے اور اس کا عمومی مطلب سات لیا جاتا ہے کیونکہ اس کی اصل سبعۃ یعنی شیرنی ہے۔ شیرنی کیونکہ شیر سے زیادہ تیز حملہ کرتی ہے اس لئے عربوں کے ہاں سات کو زبردست پکا عدد (Perfect Number) لیا جاتا تھا۔ بعد میں اسی وجہ سے سات کا عدد محاورے کے طور پر بھی استعمال ہونے لگا جو Perfect محسوس ہوتے انہیں بھی سات یعنی متعدد (Many) یا کئی ایک یعنی (Several) کے طور پر لیا جاتا ہے۔ ویسے سبع کا مطلب درندہ بھی ہے، 5/3)۔

وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّيْ جَاعِلٌ فِي الْاَرْضِ خَلِيْفَةً ۭ قَالُوْٓا اَتَجْعَلُ فِيْهَا مَنْ يُّفْسِدُ فِيْهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَآءَ ۚ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ ۭ قَالَ اِنِّيْٓ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۳۰﴾

30-(لیکن جس مقصد کے لئے تمہیں آگاہ کیا جا رہا ہے، اس کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ تمہیں تمہارے وجود میں آنے سے لے کر تمہاری زندگی اور مرتبے تک کے پس منظر سے بھی کسی حد تک آگاہ کر دیا جائے تاکہ جزا و سزا کے لئے آگاہی اور تنبیہہ کی ہر حجت پوری ہو جائے۔ چنانچہ یہ سرگزشت یوں ہے کہ) جب تمہارے نشو و نما دینے والے نے فرشتوں سے ارشاد کیا! کہ میں حقیقتاً زمین میں (اپنے احکام و قوانین نافذ کرنے کے لئے اختیارات دے کر) خلیفہ مقرر کرنے والا ہوں تو انہوں نے (مزید آگاہی حاصل کرنے کے لئے) کہا! کہ کیا کسی ایسے کو (خلیفہ) مقرر کیا جانے والا ہے جو امن و اطمینان تباہ کر کے زندگی کے حسن و توازن کو بگاڑے گا اور خوں ریزیاں کرے گا۔ حالانکہ ہم (پہلے ہی)

تیرے احکام بجالانے میں پوری طرح سرگرمِ عمل ہیں اور اس کے ساتھ تیری بڑائی و پاکیزگی کی تحسین و ستائش کرتے رہتے ہیں۔ اور تیرے بے عیب و بے خطا ہونے کا ہم میں تیرا ذکر و بیاں جاری رہتا ہے (اس لئے ہم خلیفہ مقرر کئے جانے کی ضرورت نہیں جان سکے)۔ اللہ نے ارشاد کیا! کہ بلا شبہ میں وہ سب جانتا ہوں جو تمہارے علم میں نہیں۔

وَعَلَّمَ اٰدَمَ الۡاَسۡمَآءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمۡ عَلَى الۡمَلٰٓـئِكَةِ فَقَالَ اَنۡۢبِـئُوۡنِىۡ بِاَسۡمَآءِ هٰٓؤُلَآءِ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِيۡنَ ﴿۳۱﴾

31- لہٰذا، اللہ نے آدم کو تمام اَسماء کا علم دے دیا یعنی اللہ نے آدم کو تمام اشیاء، حقیقتوں، صفتوں اور ان کے بارے میں علوم سے آگاہ کر دیا پھر انہیں فرشتوں کے سامنے پیش کر دیا۔ اور پھر ارشاد کیا! کہ اگر تم سچے ہو تو مجھے ان اَسماء کے بارے میں بتاؤ۔

قَالُوۡا سُبۡحٰنَكَ لَا عِلۡمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمۡتَنَا ؕ اِنَّكَ اَنۡتَ الۡعَلِيۡمُ الۡحَكِيۡمُ ﴿۳۲﴾

32- انہوں نے کہا! صرف تیری ذات ہی ہر عیب سے بلند ہے۔ ہمیں اس بارے میں علم حاصل ہی نہیں۔ ہمارے پاس صرف اتنا علم ہے جتنا علم تُو نے ہمیں دیا ہے۔ اور اس میں کوئی شک و شبے والی بات ہی نہیں کہ تُو ہی لامحدود علم کا مالک ہے اور تُو ہی حقائق کی باریکیوں کے مطابق درست اور نادرست کی اٹل حدیں مقرر کر کے فیصلے کرنے والا ہے۔

قَالَ يٰٓـاٰدَمُ اَنۡۢبِئۡهُمۡ بِاَسۡمَآئِهِمۡ‌ۚ فَلَمَّآ اَنۡۢبَاَهُمۡ بِاَسۡمَآئِهِمۡۙ قَالَ اَلَمۡ اَقُلۡ لَّـكُمۡ اِنِّىۡٓ اَعۡلَمُ غَيۡبَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِۙ وَاَعۡلَمُ مَا تُبۡدُوۡنَ وَمَا كُنۡتُمۡ تَكۡتُمُوۡنَ ﴿۳۳﴾

33- اللہ نے ارشاد کیا! اے آدم! (اب تم) انہیں ان اَسماء سے آگاہ کرو۔ پھر جب آدم نے انہیں ان اَسماء سے آگاہ کر دیا تو ارشاد ہوا! کہ کیا میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ آسمانوں اور زمین میں موجود تمام پوشیدہ حقیقتوں کو میں ہی جانتا ہوں اور وہ بھی جانتا ہوں جو تم ظاہر کرتے ہو اور جو تم چھپاتے ہو۔

(نوٹ: اَسماء: کا مادہ (س م و) ہے اور اس کا واحد اسم ہے۔ بنیادی طور پر اِس کا مطلب ہے ایسی علامت جس سے کچھ بھی پہچانا جا سکے۔ یعنی کسی صفت' حالت' شئے' حقیقت' وجود' غیب' حاضر وغیرہ سب کے لئے نام ضروری ہے تاکہ وہ پہچانی جا سکے اور اُس کے بارے میں مزید سے مزید جانا جا سکے۔ یہ صلاحیت اللہ نے ادم کو عطا کر دی جبکہ ملائیکہ یا جنات کو یہ تحقیق در تحقیق کی صلاحیت عطا نہیں کی گئی تھی۔ تحقیق در تحقیق سے ہی کائنات کے راز ظاہر ہوتے جاتے ہیں اور اُنہیں اختیار کیا جا سکتا ہے یا اُن سے کام لیا جا سکتا ہے جسے کائنات کا یا حقائق کا مسخر ہونا کہا جاتا ہے۔ انسان کو عطا شدہ یہ ایسی صلاحیت ہے جس کی وجہ سے دیگر اکثر مخلوقات اِس کی فرماں بردار ہیں۔ اِسی صلاحیت یا صلاحیت کے مجموعے کو اَسماء کہا گیا ہے کیونکہ یہ صلاحیتیں ہی ہر صفت اور ہر حقیقت کو اُس کی اصل کے مطابق نام دے کر اُسے قابلِ ذکر بنا دیتی ہیں اور اِسی سے منسلک ہو کر اِنسانی ذمہ داریوں کے درجات طے ہوتے ہیں اور حقائق و صفات سے کام لیا جا سکتا ہے۔ چنانچہ سَماء جس کی جمع سمٰوات یعنی آسمان ہے اُس کا مادہ بھی

یہی س م و ہے۔اور اِس کا اپنا بنیادی مطلب ہے بلند یا اوپر چھایا ہوا ہونا۔لہٰذا انسان کے حوالے سے اَسماء کے پیش نظر یہی ہے کہ انسان اَسماء کے علم کی وجہ سے بلند مرتبت اور کائنات میں چھا جانے والی مخلوق بن گئی۔کیونکہ باطنی طور پر بھی انسان سمٰوات اور اِس کے مظاہر یعنی چاند سورج ستاروں اور کہکشاؤں کی صفات رکھنے والی مخلوق ہے لہٰذا یہ ہے ادم کو اسماء کا دیا گیا علم)۔

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ اَبٰى وَاسْتَكْبَرَ ۫ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۳۴﴾

34-چنانچہ جب ہم نے فرشتوں سے کہا! کہ آدم کے واسطے سرِ تسلیم خم کرو تو سوائے ابلیس کے سب نے سرِ تسلیم خم کر دیا۔اور ابلیس نے شدت سے یہ انکار (آدم کے مقابلے میں) اپنی بڑائی کا دعویٰ کرنے کی وجہ سے کیا اور (نتیجہ یہ ہوا کہ) وہ ان میں شامل ہو گیا جو اللہ کے احکام وقوانین اور سچائیوں کا انکار کر کے سرکشی اختیار کر لیتے ہیں۔

وَقُلْنَا يٰٓاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَيْثُ شِئْتُمَا ۪ وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۳۵﴾

35-اور ہم نے بتلا دیا! کہ اے آدم! تم اپنی شریکِ حیات کے ساتھ جنت میں یعنی راحتوں کے مقام میں سکونت اختیار کرو۔اور تم دونوں اس میں اطمینان سے جہاں سے جی چاہے سامانِ نشو ونما استعمال کرو،مگر اس شجرہ کے قریب بھی نہ جانا (ورنہ) تم ان میں سے ہو جاؤ گے جو طے شدہ حقوق کی حدوں کو توڑ کر زیادتی و بے انصافی کے مجرم بنتے ہیں۔

فَاَزَلَّهُمَا الشَّيْطٰنُ عَنْهَا فَاَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيْهِ ۪ وَقُلْنَا اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ وَلَكُمْ فِى الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ ﴿۳۶﴾

36-پھر شیطان نے انہیں اس سے اسی طرف مائل کر لیا (کہ تم شجرہ کے قریب نہیں جاؤ گے تو بلند درجات کیسے حاصل کرو گے۔چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا اور نتیجے کے طور ر پر وہ) اس مقام سے نکال دیئے گئے جہاں وہ تھے۔تب ہم نے حکم دیا! کہ تم یہاں سے اتر جاؤ کیونکہ تم میں سے بعض بعض کے دشمن ہیں۔اور تمہارے لئے زمین اور اس کے ساز و سامان کو ایک خاص وقت تک کے لئے قیامگاہ بنا دیا گیا ہے

فَتَلَقّٰٓى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿۳۷﴾

37-لیکن ایسے میں آدم نے اپنے نشو ونما دینے والے سے آگاہیاں حاصل کر لیں اور پھر اللہ نے ان کا واپس درست راستہ اختیار کر لینا قبول کر لیا، کیونکہ اس میں کوئی شک وشبے والی بات ہی نہیں کہ اللہ خطاؤں سے واپس لوٹ کر درست راستہ اختیار کرنے والوں کی واپسی قبول کرنے والا ہے اور سنورنے والوں کی قدم بہ قدم مدد و رہنمائی کرتے ہوئے انہیں ان کے کمال تک لے جانے والا ہے۔

قُلْنَا اهْبِطُوْا مِنْهَا جَمِيْعًا ۚ فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّيْ هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَايَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۳۸﴾

38-(لیکن انہیں یہ دکھانے کے لئے کہ وہ کہاں تک اپنی توبہ میں سچے ہیں) ہم نے حکم دیا! کہ تم سارے کے سارے یہاں سے اتر جاؤ۔ مگر (یاد رکھو کہ) اگر تمہارے پاس میری طرف سے درست وروشن راستے کے لئے رہنمائی آئے تو تم میں سے جو اس رہنمائی کی پیروی کریں گے تو نہ انہیں مستقبل کے اندیشے ہوں گے اور نہ ماضی کے پچھتاوے اور غم ہوں گے۔

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۳۹﴾ ع 4 10 4

39- لیکن وہ لوگ جو (اس روشن رہنمائی کو) تسلیم کرنے سے انکار کردیں گے اور اسے جھٹلائیں گے تو یہ وہی لوگ ہوں گے جو (دوزخ) کی آگ میں جانے والے ہوں گے جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے۔

(نوٹ: ابلیس اور آدم کی سرگزشت 2/30-39، 7/11-26، 17/61-65، 15/26-44 اور 20/116-123 میں بھی بیان کی گئی ہے۔ آیت 2/30 میں لفظ خلیفہ بھی اہم ہے۔ اس کا مادہ (خ ل ف) ہے جس کا مطلب ہے ایک کے بعد دوسرا یعنی جانشین۔ سیاق وسباق کے لحاظ سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ پہلے ملائیکہ برتر مخلوق تھی پھر اس کے بعد انسان کو برتر مخلوق قرار دے دیا گیا۔ اسی لئے آیات 32 ,2/30 میں ملائکہ اللہ کے لئے اپنی زیادہ سے زیادہ برتر فرمانبرداری کا ذکر کرتے ہیں یعنی یہ ثابت کرنے کے لئے کہ وہ بشر سے برتر جس مقام پر فائز ہیں اس مقام پر خوں ریزیاں کرنے والی بشر جیسی مخلوق کا پہنچنا شاید محال ہو۔ اور اس سلسلے میں نا ختم ہونے والی بحثیں اور تفاسیر منظرِ عام پر آتی رہی ہیں۔ مجموعی طور پر ان بحثوں کو تین گروہوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ پہلا گروہ آدم سے مراد ایک مرد اور اس کی بیوی سے مراد ایک عورت اور سجدے سے مراد کسی کے لئے اس کے سامنے ماتھا زمین پر رکھنا اور شجرہ سے مراد درخت اور جنت سے مراد باغ لیتا ہے۔ اسی سے جو تاثر اور منظر ذہنِ انسانی میں ابھرتا ہے وہ کچھ یوں ہے کہ:

اللہ ہے اور اس کے سامنے فرشتے کھڑے ہیں اور سامنے آدم ہے اور ایک طرف اس کی بیوی ہے اور ساتھ ہی کہیں جنت ہے اور اللہ کا ارشاد ہوتا ہے کہ آدم کو سجدہ کرو۔ اس پر سارے فرشتے اپنے ماتھے آدم کے لئے زمین پر لگا دیتے ہیں یعنی سجدے میں پڑ جاتے ہیں مگر ابلیس انکار کردیتا ہے۔

ایسی تشریح وتفسیر ومنظر سے ناقدین مندرجہ ذیل نکات اٹھاتے ہیں: یہ کہ اللہ کا حکم صرف ملائیکہ کے لئے تھا جنوں کو یہ حکم نہیں دیا گیا تھا اس لئے ابلیس کا انکار بلا جواز محسوس ہوتا ہے۔ اور یہ کہ اللہ کے سامنے مخلوق کا مخلوق کو اس طرح سجدہ کرنا جیسے کہ اوپر مطلب دیا گیا ہے بذاتِ خود اللہ کے طے شدہ احکام سے مختلف محسوس ہوتا ہے۔ جواب دیا جاتا ہے کہ یہ سجدہ آدم میں اللہ کی روح کو تھا۔ لیکن 70/4، 78/38 اور 98/4 کے مطابق روح کا ملائیکہ کی طرح الگ مخلوق کے طور پر ذکر کیا گیا ہے۔ اور یہ کہ اللہ نے اپنی روح سے صرف آدم میں پھونکا ہے اس کی بیوی کا ذکر نہیں ہے جبکہ 3/195 کے لحاظ سے مرد اور عورت کے اعمال کا

حساب ایک جیسا ہے، وغیرہ وغیرہ۔ بہر حال، اس طرح کے نکات اٹھانے والوں نے اس تشریح سے اور بھی نکات اٹھائے ہیں۔

دوسرا گروہ ان محققین کا ہے جنہوں نے آدم وابلیس کی سرگزشت کی تشریح صرف اور صرف انتہائی عقلی بنیادوں پر کی ہے۔ انہوں نے ملائیکہ سے مراد ایسی کائناتی قوتیں لیا ہے جو قوانین خداوندی کو ظاہر کرتی ہیں۔ اور روح سے مراد وہ الوہیاتی توانائی لیتے ہیں۔ اور ابلیس سے مراد انسان کے وہ جذبات جو نا امیدی کی وجہ سے اسے اللہ کے قوانین کو پس پشت ڈال کر ذاتی مفادات حاصل کرنے کے لئے اکساتے ہیں۔ اور شیطان سے مراد وہ انسان کے سرکشی کرنے والے جذبات لیتے ہیں۔ لہٰذا، ایسی تشریحات سے انہوں نے آدم وابلیس کی سرگزشت کی تفسیر یا مفہوم بیان کرنے کی کوشش کی ہے، بہر حال، اس سے یوں محسوس ہوتا ہے کہ ایسے محققین نے آدم کو روح، ابلیس، شیطان کا مظہر قرار دے کر انسان کو عقلی طور پر آدھا وحدت الوجود اور آدھا وحدت الشہود کی طرف دھکیلنے کی کوشش کی ہے جس سے بہت سے غیب یا ماورائی حقائق انسانی اعتقاد سے باہر محسوس ہوتے ہیں جیسے 19/17 کے مطابق روح کا حضرت مریم کے سامنے بشری صورت میں آنا، اور معجزات اور 114/5,6 کے مطابق انسانی سینوں یعنی انسانی جذبات یا ذہنوں میں وسوسہ ڈالنے والی علیحدہ علیحدہ مخلوقات جیسے جن اور بذات خود انسان ہیں۔ البتہ شجرہ، سجدہ وغیرہ کے مطالب جو عقلیت پسندوں نے اختیار کیے وہ تیسرے گروہ کے لئے قابلِ قبول ہیں۔

تیسرا گروہ 2/38 کے مطابق جس میں ہے کہ ’’ہم نے کہا تم سب جنت سے اتر جاؤ‘‘ آدم سے مراد عورتوں اور مردوں کی مجموعی مخلوق لیتا ہے اور اس سارے منظر میں وقت کو بہت اہمیت دیتا ہے یعنی جب آدم تخلیق ہوا یا مخلوقِ آدم تخلیق ہوئی تو وہ نا معلوم زمانہ ہے اور آدم کی مخلوق جنت میں نہیں رہتی تھی بلکہ آیات 35-34-2:34 کے مطابق یہ مخلوق جنت میں اُس وقت داخل ہوئی جب اُس نے اسماء سیکھ لیے اور جب فرشتوں نے اُس کی تابعداری اختیار کر لی۔ اور 76/1 کے مطابق انسان ایک نامعلوم زمانے تک قابلِ ذکر چیز نہیں تھا۔ اس دوران ملائیکہ مخلوقات میں بشر سے بھی اور جنوں سے بھی اور کئی دوسری نامعلوم مخلوقات سے افضل مخلوق تھی۔ اور کسی نامعلوم زمانے میں ملائیکہ کو آگاہی دی گئی کہ مخلوقِ آدم بھی ہے جو اس وقت تک قابل ذکر نہیں تھی اور بشری صورت میں زندگی گزار رہی تھی اور اسی وجہ سے اس کے متعلق ملائیکہ نے کہا تھا کہ وہ خون خرابہ کرنے والی مخلوق ہے (2/30) کیونکہ اس وقت تک وہ اسے ایسے ہی دیکھتے آرہے تھے کہ بشری مخلوق صرف جبلتوں پر زندگی گزارنے والی ہے۔

چنانچہ ایک نامعلوم زمانے کے بعد مخلوقِ آدم کو 15/26,28,29 کے مطابق بشر میں اللہ نے اپنی روح سے پھونک کر یعنی بشر کے ساتھ مخلوقِ روح کو منسلک کر کے اسے ملائیکہ سے بھی افضل کر دیا۔ سجدہ کا مطلب ہے تابع فرمان، فرمان پذیری اور سرِ تسلیم خم کر لینا۔ ماتھا زمین پر رکھ کر کسی کی عظمت کا اعتراف کرنا سجدہ کے لئے کسی کا اپنے طور پر ایک اظہار ہے بذات خود سجدہ نہیں ہے جیسا کہ 17/107 میں ہے ٹھوریوں کے بل سجدہ کرنا۔ چنانچہ جب ملائیکہ کو حکم ہوا کہ آدم کی فرماں پذیری اختیار کرو تو اس کا مطلب یہ تھا کہ وہ تمام مخلوقات جن سے ملائیکہ افضل ہیں وہ بھی خود بخود آدم کی تابع فرمان ہو جائیں جن میں جن بھی تھے اور جنوں میں ابلیس بھی تھا جس نے انکار کر دیا کیونکہ وہ بشر کو صرف بشر ہی دیکھتا آرہا تھا اور اس زمانے میں وہ بشر میں روح کے مقام کو نہ جان سکا تھا۔ یہ تیسرا گروہ اس جنت سے مراد جہاں مخلوقِ آدم یعنی مرد عورتیں یا یہ ساتھی جوڑے رہتے تھے ایک ایسا

جہان یا ایسی زمین لیتا ہے جہاں راحتوں کی اور آسائشوں کے سامان کی فراوانیاں تھیں اور یہ مخلوق ایک نامعلوم زمانے تک اس قدر ترقی یافتہ ہو کر رہی اور محبتوں اور مسرتوں میں رہی کہ انہیں کوئی مشکل اور پریشانی کا سامنا نہ کرنا پڑا، 20/118,119۔ یہ تیسرا گروہ شجرہ سے مراد اس کا بنیادی مطلب اختلاف لیتا ہے کیونکہ لغت کے مطابق اس کا بنیادی مطلب ہی جھگڑا، انتشار و اختلافات ہیں اور شجر کو درخت بھی اسی لئے کہا جاتا ہے کہ اس کی جڑیں اور شاخیں وڈالیاں وغیرہ منتشر ہوتی ہیں۔ چنانچہ اللہ کا مخلوقِ آدم کو یہ حکم تھا کہ وہ قطعئی طور پر آپس میں اختلافات کے قریب تک نہ جائیں مگر شیطان نے انہیں اختلافات کے ذریعے ہی بلند درجات حاصل کرنے کے لئے اکسایا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ اس قدر تباہ و برباد ہو گئے کہ وہ لباس تک سے محروم ہو گئے، 7/27۔ بہرحال، جنت کا وہ جہان یا وہ زمین مخلوقِ آدم سے چھین لی گئی اور ان کی رہنمائی اس زمین کی طرف کر دی گئی جہاں وہ اب قیام پذیر ہے۔ اور اس زمین پر بھی اللہ نے 7/35 کے مطابق مخلوقِ آدم کو یعنی نوعِ انساں کو اپنے رسولوں اور آخری رسول محمدؐ کے ذریعے پھر وہی پیغام دیا کہ اللہ ایک ہے، اسی کی مرکزیت کے تحت اس کے احکام وقوانین کو اختیار کر کے 15/39 کے مطابق ابلیس سے بچ جانا وہ گناہوں کو آراستہ وخوشنما بنا کر تمہیں گمراہ کر دے گا اور 20/124 کے مطابق پھر تم معیشت کی تنگی میں زندگی بسر کرو گے اور 15/43 کے مطابق پھر تم لازماً ایسی حالت میں داخل کر دیے جاؤ گے جو جہنم ہی جہنم ہے۔ بہرحال، تیسرے گروہ کی تشریح پر بھی نکات اٹھانے والوں نے نکات اٹھائے ہیں۔ مگر یہ تشریح حقیقت کے زیادہ قریب محسوس ہوتی ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس زمین پر صرف اپنی خواہشات کا پیروکار بن کے رہ جانا بہت بُرا ہے 7/176۔ اور اگر انسان نے پھر شجرہ کا پھل کھایا یعنی آپس میں شدید اختلاف پیدا کر لئے تو اس کا ثمر یعنی اس کا نتیجہ آیت 7/27 کے مطابق پھر وہی نکل سکتا ہے جس تباہی وبربادی سے کہ آدم گزر آیا ہے۔ اس لئے یہ دنیا بھی ایک شجرہ کی مانند ہی ہے۔ اس کے ثمرات یعنی اس کی خوشگواریاں حاصل کرنے اور اس کا مقابلہ کرنے کے لئے نسلِ آدم کو قرآن ایک ایسے ضابطۂ زندگی کے طور پر عطا کر دیا گیا ہوا ہے جو اسے ظلمت سے نکال کر نور میں لے آتا ہے، 14/1 اور آخرت میں اسے ایسی جنت میسر آئے گی جو اس کی پہلے والی جنت سے بھی بہتر اور دنیا کی بہترین خوشگواریوں کی مثال سے بھی بلند ہو گی، 13/35)۔

يٰبَنِيٓ اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَاَوْفُوْا بِعَهْدِيٓ اُوْفِ بِعَهْدِكُمْ ۚ وَاِيَّايَ فَارْهَبُوْنِ ﴿۴۰﴾

40-(مگر نسلِ آدم توبہ پر قائم نہ رہ سکی اور نازل کردہ ہدایت کو قبول کرنے اور مسترد کرنے کی کشمکش میں الجھی رہی۔ اور اللہ انہیں بار بار یاد دلاتا رہا کہ ہدایت کو تسلیم کر لو۔ اور ایک بار پھر اس نے یاد دلاتے ہوئے کہا کہ) اے بنی اسرائیل! میری اس نعمت کو یاد کرو جو تمہیں انعام کے طور پر عطا کی گئی تھی (یعنی جب ہم نے مادی آسائشوں اور رسولوں کی وساطت سے دی گئی آگاہی سے تمہیں مالا مال کر دیا تھا) اس لئے میرے ساتھ کیا گیا اپنا عہد (کہ تم نازل کردہ ہدایت کی پیروی کرو گے) پورا کرو تاکہ میں اپنا وعدہ (جو اگلی زندگی میں جنتیں عطا کرنے کا ہے وہ پورا کروں اس وجہ سے تم دلوں سے شرک اور خوف کو دُور کر دو اور) تم صرف مجھ سے ڈرا کرو۔

وَاٰمِنُوۡا بِمَاۤ اَنۡزَلۡتُ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمۡ وَلَا تَكُوۡنُوۡۤا اَوَّلَ كَافِرٍۢ بِهٖ ۖ وَلَا تَشۡتَرُوۡا بِاٰيٰتِىۡ ثَمَنًا قَلِيۡلًا وَّاِيَّاىَ فَاتَّقُوۡنِ ﴿۴۱﴾

41-اور (قرآن کے اس ضابطۂ ہدایت) کو تسلیم کرلو جو میں نے (محمدؐ) پر نازل کیا ہے۔ اور یہ انہی کو سچ کر دکھانے والا ہے جو (نازل کردہ کتابیں) تمہارے پاس ہیں۔ مگر سب سے پہلے تم ہی اس کا انکار کرنے والے نہ بن جانا (کیونکہ تم پہچانتے ہو کہ قرآن وحی کے سوا کچھ نہیں)۔ اس لئے میرے احکام وقوانین کی (اپنے مفادات کی خاطر) حقیر سی قیمت پر سودے بازی نہ کرنے لگ جانا، بلکہ تباہیوں سے بچنے کے لئے میرے ہی احکام وقوانین سے چمٹے رہنا۔

وَلَا تَلۡبِسُوا الۡحَـقَّ بِالۡبَاطِلِ وَتَكۡتُمُوا الۡحَـقَّ وَاَنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ ﴿۴۲﴾

42-اور (یاد رکھو) سچائیوں کو غیر سچائیوں میں مت ملانا اور نہ ہی سچائی کو چھپانا جبکہ تمہیں اس کے بارے میں علم و واقفیت حاصل ہو۔

وَاَقِيۡمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّکٰوةَ وَارۡکَعُوۡا مَعَ الرّٰكِعِيۡنَ ﴿۴۳﴾

43-اور نظامِ صلوٰۃ قائم کرنا اور زکوٰۃ کی ادائیگی کے نظام پر عمل پیرا رہنا۔ اور اس (نظام کو قائم کرنے اور اسے استحکام دینے) والوں کے ساتھ مل کر جدوجہد کرتے رہنا۔

اَتَاۡمُرُوۡنَ النَّاسَ بِالۡبِرِّ وَتَنۡسَوۡنَ اَنۡفُسَكُمۡ وَاَنۡتُمۡ تَتۡلُوۡنَ الۡكِتٰبَ ؕ اَفَلَا تَعۡقِلُوۡنَ ﴿۴۴﴾

44-(اور! یاد رکھو) کہ تم دوسرے انسانوں کو تو تاکید کرتے ہو کہ دلوں میں کشادگی اور نگاہوں میں وسعت پیدا کرو (البر) لیکن جب اپنی باری آتی ہے تو سب کچھ بھول جاتے ہو، حالانکہ تم کتاب پڑھتے ہو (یعنی نازل کردہ ضابطۂ حیات کی پیروی کا دعویٰ بھی کرتے ہو) کیا تم ذرا بھی عقل سے کام نہیں لیتے (کہ اللہ کا نازل کردہ ضابطۂ حیات ایسا کرنے کی اجازت نہیں دیتا)۔

وَاسۡتَعِيۡنُوۡا بِالصَّبۡرِ وَالصَّلٰوةِ ؕ وَاِنَّهَا لَكَبِيۡرَةٌ اِلَّا عَلَى الۡخٰشِعِيۡنَ ۙ﴿۴۵﴾

45-اور ثابت قدمی کے ذریعے اور نظامِ صلوٰۃ کے ذریعے متوازن رہنے کی مدد حاصل کرو (تاکہ تم تضادات سے محفوظ رہ سکو)۔ اور تحقیق کرنے والے جانتے ہیں کہ ایسا کرنا ان پر دشوار نہیں جن کے دل اللہ کی محبت میں جھکے رہتے ہیں۔

الَّذِيۡنَ يَظُنُّوۡنَ اَنَّهُمۡ مُّلٰقُوۡا رَبِّهِمۡ وَاَنَّهُمۡ اِلَيۡهِ رٰجِعُوۡنَ ﴿۴۶﴾ؑ

ع 5 7 5

46-(اور ایسا وہ لوگ ہی کر سکتے ہیں) جنہیں یقین ہے کہ انہیں لازماً اپنے نشوونما دینے والے کے سامنے جانا ہے اور وہ لوٹ کر اسی کی طرف چلے جا رہے ہیں۔

يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَاَنِّيْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ۝۴۷

47-اوراے بنی اسرائیل! میری اس نعمت کو بھی یاد کرو جو تمہیں انعام کے طور پر عطا کی گئی تھی (اور وہ یہ تھی جسے) تحقیق کرنے والے جانتے ہیں کہ تمہیں عالمین پر فضیلت دی گئی تھی (یعنی تمہیں تمہاری ہم عصر اقوام میں برتری عطا کر دی گئی تھی)۔

وَاتَّقُوْا يَوْمًا لَّا تَجْزِيْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَيْـًٔـا وَّلَا يُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ وَّلَا يُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ۝۴۸

48- مگر (اس نعمت کی تم نے قدر نہ کی۔ بہر حال) تباہیوں سے بچنے کے لئے اللہ کے احکام وقوانین سے چمٹے رہو (کیونکہ آخرت) کے دن کوئی انسان کسی انسان کے کچھ بھی کام نہ آسکے گا۔ اس لئے کہ کسی اس جیسے کا اس کے پاس مدد کے لئے آ کھڑا ہونا قبول نہ کیا جائے گا۔ اور نہ اس کی طرف سے کوئی معاوضہ قبول کیا جائے گا۔ اور نہ ہی ان کی کوئی مدد کی جاسکے گی۔

وَاِذْ نَجَّيْنٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ يُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ ۭ وَفِيْ ذٰلِكُمْ بَلَاۗءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ۝۴۹

49-اور (اے بنی اسرائیل! میرے اس احسان کو بھی یاد کرو کہ) جب ہم نے تمہیں نجات دی کیونکہ فرعون کے پیروکاروں نے تمہارے اوپر ایسی بدترین اور دردناک حالت طاری کر رکھی تھی کہ جس میں تمہاری عورتوں کو تو وہ زندہ رہنے دیتے مگر تمہارے بیٹوں کو ذبح کر ڈالتے۔ یہ تمہارے نشوونما دینے والے کی طرف سے ایک بہت بڑی تکلیف دہ آزمائش تھی (تا کہ یہ دیکھا جاسکے کہ اس آزمائش سے نکالے جانے کے بعد تم کون سے روّیے اختیار کرتے ہو)۔

وَاِذْ فَرَقْنَا بِكُمُ الْبَحْرَ فَاَنْجَيْنٰكُمْ وَاَغْرَقْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ۝۵۰

50-اور (ہمارا وہ احسان بھی یاد کرو کہ جہاں سے تم گزرنے والے تھے وہاں پانی کا بڑا ذخیرہ تھا مگر وہاں) ہم نے تمہارے لئے سمندر میں پانی کو جدا کر دیا اور تمہیں نجات دی (اور تمہیں اس میں سے گزار کر ہم لے گئے) مگر فرعون اور اس کا لشکر سب غرق ہو گئے اور یہ سب کچھ تمہاری آنکھوں کے سامنے ہوا۔

وَاِذْ وٰعَدْنَا مُوْسٰٓى اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَاَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ۝۵۱

51-اور (میرا وہ احسان بھی یاد کرو کہ) جب ہم نے چالیس راتوں میں موسیٰ کو (تمہارے لئے زندگی گزارنے کے اصول وقوانین اور طریقے وسلیقے عطا کر دیئے اور اُس سے اُنہیں اپنانے اور نافذ کرنے) کا وعدہ لے لیا تو اس دوران

اس کے پیچھے تم نے بچھڑے کو اپنا خدا بنالیا، کیونکہ حقیقت یہ ہے کہ تم تھے ہی اللہ کی طے شدہ حدوں کو توڑ کر زیادتی و بے انصافی کرنے والے مجرم لوگ۔

ثُمَّ عَفَوْنَا عَنْكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۵۲﴾

52- لیکن اس کے باوجود ہم نے ایک بار پھر تم سے درگزر کیا تاکہ تمہارے گناہوں کے اثرات ختم ہوجائیں (عفو) اور تم شکرگزار بن کر (میری نوازشات کی قدر کرتے رہو)۔

وَاِذْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَالْفُرْقَانَ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿۵۳﴾

53- اور (میرا وہ احسان بھی یاد کرو کہ) جب ہم نے موسیٰ کو نہ صرف کتاب یعنی ضابطۂ حیات عطا کیا بلکہ اسے ایسی آگاہی بھی عطا کی جس کی بناء پر وہ سچائیوں اور غیر سچائیوں کو صاف طور پر علیحدہ علیحدہ کر دیتا تھا تاکہ تم درست اور روشن راہ پر چل کر اطمینان بھری منزل تک پہنچ سکو۔

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اِنَّكُمْ ظَلَمْتُمْ اَنْفُسَكُمْ بِاتِّخَاذِكُمُ الْعِجْلَ فَتُوْبُوْٓا اِلٰى بَارِئِكُمْ فَاقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ عِنْدَ بَارِئِكُمْ ؕ فَتَابَ عَلَيْكُمْ ؕ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿۵۴﴾

54- اور (نازل کردہ احکام وقوانین لے آنے کے بعد) جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا! کہ تم نے بچھڑے کو (اپنا معبود) بنا کر اپنے آپ پر ظلم کر لیا ہے۔ لہٰذا اب تم واپس اپنے نشوونما دینے والے کی طرف لوٹ آؤ اور اپنے نفسوں (کے اندر بسے ہوئے شرک) کو تم ہلاک کر ڈالو، کیونکہ تمہیں نشوونما دینے والے کے نزدیک تمہارے لئے یہی بہتر ہے (ورنہ تم کسی بڑی تباہی کے حقدار ہوجاؤ گے۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا جیسے موسیٰؑ نے کہا تھا)۔ اس وجہ سے اللہ نے ان کی توبہ قبول کر لی کیونکہ اس میں کوئی شک وشبے والی بات ہی نہیں کہ وہ گناہوں کو چھوڑ کر واپس درست راستے پر آنے والوں کی واپسی قبول کر لینے والا ہے۔

وَاِذْ قُلْتُمْ يٰمُوْسٰى لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى نَرَى اللّٰهَ جَهْرَةً فَاَخَذَتْكُمُ الصّٰعِقَةُ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ﴿۵۵﴾

55- اور (ایک بار پھر تم سرکش ہوگئے) جب تم نے کہا اے موسیٰ! ہم تمہاری کوئی بات ماننے کو تیار نہیں جب تک کہ ہم اس اللہ کو (جس کی طرف سے تم یہ احکام وقوانین لے کر آئے ہو ہم اسے) اپنی آنکھوں سے بے نقاب نہیں دیکھ لیتے۔ (ذرا سوچو! کہ تقاضا تمہارا اللہ کو بے نقاب دیکھنے کا تھا مگر ہمت کا یہ عالم) کہ ایک بجلی کی کڑک نے تمہیں آ پکڑا (تو تمہارے ہوش اڑ گئے حالانکہ) تم دیکھ رہے تھے (کہ وہ صرف بجلی کی کڑک ہی تھی اور کچھ نہیں)۔

ثُمَّ بَعَثْنٰكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَوْتِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۵۶﴾

56-(مگر) تم پر اس موت (کی حالت کے باوجود) اس کے بعد ہم نے ایک بار پھر تمہیں اٹھا کھڑا کیا تا کہ تم شکر گزار بن جاؤ (اور میری نعمتوں اور نوازشات کی قدر کرنے لگ جاؤ)۔

وَظَلَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْغَمَامَ وَاَنْزَلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى ؕ كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ ؕ وَمَا ظَلَمُوْنَا وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿۵۷﴾

57-اور (پھر جہاں تم تھے وہاں چلچلاتی دھوپ میں کہ جس کی تمازت سے ہلاکتیں ہو جاتی ہیں اور جہاں پر تمہارے لئے کوئی سر چھپانے کے لئے پناہ گاہ نہیں تھی اور نہ ہی کھانے پینے کا سامان تھا، وہاں پر نہ صرف) ہم نے تم پر (پانیوں سے بھرے ہوئے) بادل سایہ فگن کئے رکھے بلکہ تم پر من وسلویٰ نازل کئے رکھا تا کہ تم ہماری جانب سے عطا کی گئی خرابیوں سے پاک زندگی بخش اشیاء کھا پی سکو۔ اس لئے (وہ جنہوں نے سرکشی اختیار کی تو) انہوں نے یہ ظلم ہم پر نہیں کیا تھا بلکہ اپنے ہی نفسوں پر کیا تھا۔

(**نوٹ**: من وسلویٰ: یہ ایک قسم کی دودھیا طرز کی میٹھی گوندنما چیز تھی جو وہاں جھاڑیوں یا درختوں پر جمی ہوتی تھی اسے من کہا جاتا تھا۔ ویسے من کا مادہ (م ن ن) ہے اس کا بنیادی مطلب ہے اللہ کا ہر وہ احسان جس کے حاصل کرنے میں کسی قسم کی محنت و مشقت نہ اٹھانی پڑے اور نہ ہی کوئی مزدوری و معاوضہ دینا پڑے۔ سلویٰ سفید رنگ کا ایک پرندہ بٹیر کے مشابہ تھا جو سینا کی وادیوں میں بنی اسرائیل کو میسر آیا تھا۔ ویسے سلویٰ کا مادہ (س ل و) ہے اور اس کا بنیادی مطلب ''ہر وہ چیز جو تسلی دے'' شہد کو بھی سلویٰ کہتے ہیں اور گوشت کو بھی سلویٰ کہتے ہیں اور سہولت اور آرام کی زندگی کو بھی سلویٰ کہتے ہیں جس میں غم و فکر نہ ہو۔)

وَاِذْ قُلْنَا ادْخُلُوْا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ فَكُلُوْا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ رَغَدًا وَّادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّقُوْلُوْا حِطَّةٌ نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطٰيٰكُمْ ؕ وَسَنَزِيْدُ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۵۸﴾

58-اور (یہ بھی ہمارا احسان یاد کرو کہ) جب ہم نے کہا تھا! کہ اس بستی میں داخل ہو جاؤ اور وہاں سے جو جی چاہے جی بھر کے کھاؤ مگر بستی کے دروازے پر ہی سجدہ کرتے ہوئے داخل ہونا۔ اور یہ کہتے جانا! (کہ اے ہمارے پروردگار) ہمارے اوپر سے ہمارے گناہوں کے بوجھ اتار دے اور ہماری خطاؤں کو معاف کر دے! تو پھر ہم تمہاری خطاؤں کو معاف کر کے تمہیں اپنی حفاظت میں لے لیں گے۔ اور اس طرح جو لوگ زندگی کے حسن و توازن میں اضافہ کرنے کی تگ و دو کرتے ہیں تو ہم بھی انہیں اور سے اور (نعمتیں) دیتے چلے جاتے ہیں۔

فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا قَوْلًا غَيْرَ الَّذِىْ قِيْلَ لَهُمْ فَاَنْزَلْنَا عَلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ﴿۵۹﴾ ع

59- لیکن پھر ان ظلم کرنے والے لوگوں نے اس بات کو بدل کر (جوان سے کہی جاتی تھی اس کے الٹ کوئی اور) بات (کہنی شروع کر دی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ) پھر ہم نے ان زیادتی و بے انصافی کرنے والے مجرموں پر آسمان سے سخت آفت نازل کر دی کیونکہ وہ اللہ کے احکام وقوانین کی حفاظت سے نکل کر خرابیاں پیدا کرنے والے راستے پر چل پڑے تھے۔

(**نوٹ**: فاسق: یہ لفظ فسق سے نکلا ہے اور اس کا مادہ (ف س ق) ہے۔ اس کا مطلب دائرہ حق سے باہر نکل جانا۔ مگر عربوں میں فسق جس لفظ سے نکلا تھا وہ یوں تھا کہ کھجور کے پھل کے اوپر ایک چھلکا ہوتا ہے وہ گویا اس پھل کی حفاظت کے لئے ہوتا ہے۔ لیکن بعض اوقات وہ پھل ایک طرف سے چھلکے کی حفاظت سے باہر نکل جاتا ہے تو وہ اپنی پختگی تک نہیں پہنچتا اور خود بھی خراب ہو جاتا ہے اور چھلکے کے اندر والے پھل کو بھی خراب کرنے کا باعث بنتا ہے۔ اسے فسقت کہا جاتا تھا۔ چنانچہ قرآن کی رُو سے فسقون یا فاسق کا مطلب ہوگا اللہ کے احکام وقوانین کی حفاظت سے نکل کر خرابیاں پیدا کرنے والا راستہ اختیار کرنا)۔

وَاِذِ اسْتَسْقٰى مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ فَقُلْنَا اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ ۭ فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا ۭ قَدْ عَلِمَ كُلُّ اُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ ۭ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا مِنْ رِّزْقِ اللّٰهِ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ۝60

60- اور (تم ہمارے اس احسان کو بھی یاد کرو) جب موسیٰ دُعا مانگتے ہوئے اپنی قوم کے لئے پانی کی (تلاش میں تھا، تب ہم نے اس کی اس جگہ کی جانب رہنمائی کر دی جہاں) اس نے ہمارے حکم سے ایک پتھریلی چٹان پر اپنی لاٹھی سے ضرب لگائی تو وہاں سے پانی کے بارہ چشمے پھوٹ پڑے۔ اور پھر قوم کے ہر گروہ نے اپنے لئے پانی کے چشمے کو جان پہچان لیا۔ مگر (انہیں یہ بھی ہدایت کر دی گئی کہ) اللہ کی عطا کی گئی زندگی بخش چیزوں میں سے کھاؤ پیو لیکن زمین میں امن واطمینان اور زندگی کے حسن وتوازن کو تباہ نہ کرتے پھرنا۔

(**نوٹ**: مفسدین: اس کا مادہ (ف س د) ہے۔ یہ فسد سے نکلا ہے۔ اور اس کا بنیادی معنی ہے کسی چیز کا اپنی اصلی حالت پر باقی نہ رہنا اور مضمحل یا کمزور ہو کر خراب حالت کی طرف چلے جانا۔ فساد جو ہے یہ اصلاح کی ضد ہے اور اصلاح کا مطلب ہے سنوارنا یا حسن وتوازن قائم کرنا۔ لہٰذا افساد کا مطلب ہے حسن وتوازن کو بگاڑنا۔ قرآن کی رُو سے بھی یہ ہے کہ جو پروگرام اللہ نے انسان کو دیا ہے اسے بگاڑنا فساد ہے)۔

وَاِذْ قُلْتُمْ يٰمُوْسٰى لَنْ نَّصْبِرَ عَلٰى طَعَامٍ وَّاحِدٍ فَادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُخْرِجْ لَنَا مِمَّا تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ مِنْۢ بَقْلِهَا وَقِثَّاۗىِٕهَا وَفُوْمِهَا وَعَدَسِهَا وَبَصَلِهَا ۭ قَالَ اَتَسْتَبْدِلُوْنَ الَّذِيْ هُوَ اَدْنٰى بِالَّذِيْ هُوَ خَيْرٌ ۭ اِهْبِطُوْا مِصْرًا فَاِنَّ لَكُمْ مَّا سَاَلْتُمْ ۭ وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ ۤ وَبَاۗءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ

وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ الْحَقِّ ؕ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ﴿٦١﴾ ع

61-(لیکن اس ساری آ گاہی، تنبیہہ اور ہدایت کے باوجود یاد کرو کہ) جب تم نے موسیٰ سے کہا تھا کہ ہم سے یہ نہیں ہو سکتا کہ ہم ایک ہی قسم کا کھانا (یعنی من وسلویٰ) کھاتے رہیں۔ اس لئے تم اپنے نشوونما دینے والے سے ہمارے لئے زمین میں اُگنے والی نباتات میں سے (جیسے کہ) ساگ اور ککڑی اور گیہوں اور مسور اور پیاز (وغیرہ) پیدا کرنے کی دُعا کرو۔ موسیٰ نے کہا! (افسوس ہے کہ جن اعلیٰ مقاصد کے لئے فرعون سے جان چھڑا کر صحراؤں اور ویرانوں کی تکالیف اٹھائیں، ان کو بھول کر اب تم صرف کھانے پینے کے ہی ہو کر رہ گئے ہو اور) تم برتر کے بدلے کمتر کا تقاضا کر رہے ہو تو اس کے لئے جاؤ کسی شہر میں جا رہو۔ وہاں تمہیں وہ کچھ مل جائے گا جو تم مانگتے ہو۔ (لیکن اس کے باوجود وہ اپنے تقاضوں پر قائم رہے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ) وہ ذلیل وخوار ہو کر رہ گئے اور وہ محتاج اور بدحال ہو گئے اور یوں وہ اللہ کی طرف سے عذاب میں مبتلا ہو گئے۔ ان کے ساتھ یہ اس لئے ہوا کہ وہ اللہ کے احکام وقوانین کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیتے تھے۔ نہ صرف یہ بلکہ وہ اللہ کے نبیوں کو بغیر کسی ثبوت وجواز کے قتل کر دیتے۔ بہرحال یہ تھا نتیجہ ان کی اللہ سے نافرمانیوں کا۔ اور (وہ زندگی کو حسین بنانے والی) اعتدال وتوازن قائم رکھنے والی حدوں کو توڑ کر زیادتی پہ زیادتی کیا کرتے تھے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَادُوْا وَالنَّصٰرٰى وَالصّٰبِـِٕيْنَ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿٦٢﴾

62-(اور ان کا یہ دعویٰ تھا کہ وہ جو چاہے کرتے پھریں ان پر اللہ کے قوانین لاگو نہیں ہوتے اس لئے انہیں کوئی سزا اور عذاب نہیں مل سکتا کیونکہ صرف وہی اللہ کی خاص اور پسندیدہ قوم ہیں۔ مگر ان کا یہ دعویٰ ہی غلط تھا۔ کیونکہ اللہ کے قانون کے مطابق جس میں) کوئی شک وشبے والی بات ہی نہیں کہ جو لوگ ایمان لائے اور جو یہودی ہوئے اور جو عیسائی اور صابی ہوئے (ان میں) سے جو بھی اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان لایا اور سنور نے سنوارنے کے کام کرتا رہا تو ان کے لئے ان کے نشوونما دینے والے کے پاس صلہ موجود ہے۔ اور ان پر نہ مستقبل کے اندیشے طاری ہوں گے اور نہ ہی ماضی کے غم اور پچھتاوے۔

(**نوٹ**: صابین: اس لفظ کا مادہ (ص ب ا) ہے۔ اس کا مطلب ہے نکلنا اور ظاہر ہونا۔ کہا جاتا ہے کہ صابی جو تھے یہ نصاریٰ کا یعنی عیسائیوں کا ایک فرقہ تھا جو ستاروں کی اس طرح تعظیم کرتا تھا جیسے مسلمان کعبے کی کرتے ہیں۔ بعض کہتے ہیں یہ کوئی ستارہ پرست قوم تھی۔ بعض کہتے ہیں یہ نوحؑ کے دین کی پیروی کرنے والی قوم تھی۔ بعض کہتے ہیں یہ ایکسائی فرقہ کا دوسرا نام تھا اور یہ یہودیوں سے تھا۔ ایکسائی ایک ماہرِ نجوم تھا اور اس کے پیروکاروں کو ستاروں سے دلچسپی تھی۔ ایکسائی اپنی کتاب کو الہامی کہتا تھا۔

اس کے جانشین کا نام صوبی آئی تھا ممکن ہے اس سے ان کے پیروکاروں کو صابین کہا جاتا ہو اور بعد کے لوگوں نے انہیں ستارہ پرست کہہ دیا ہو۔ مگر قرآن کی رو سے صابی کا مطلب ستارہ پرست نہیں ہوسکتا کیونکہ قرآن کسی مشرک کو اللہ کے اچھے اجر کی خبر نہیں دیتا بلکہ مشرکوں، منافقون اور کافروں کو سخت سزا کی خبر دیتا ہے۔ لہٰذا صابی کا مطلب جو ڈکشنریوں کے مطابق ہے کہ ''نکل جانا'' اور تحقیق کرنے والے صابی کا مطلب ''ایک دین سے نکل کر دوسرے دین میں داخل ہونے والا'' کرتے ہیں تو یہ قرآن کے سیاق وسباق کے مطابق معلوم ہوتا ہے اور اِسی آیت کے مطابق جو اللہ اور آخرت کو تسلیم کرتا ہے یعنی جو اللہ کے نازل کردہ احکام کو تسلیم کرتا ہے اِس کے مطابق محمدؐ سے پہلے وہ سب ہیں جو اپنے اپنے دور کے مطابق نازل کردہ وحی کے احکام تسلیم کرتے تھے اور محمدؐ کے آجانے کے بعد صرف وہ سب جو اللہ کے احکام کے مطابق محمدؐ اور قرآن کو تسلیم کرتے اور اختیار کرتے ہیں یعنی اللہ پر ایمان کا مطلب ہے اللہ کے احکام کو تسلیم کرنا)۔

وَاِذۡ اَخَذۡنَا مِيۡثَاقَكُمۡ وَرَفَعۡنَا فَوۡقَكُمُ الطُّوۡرَؕ خُذُوۡا مَآ اٰتَيۡنٰكُمۡ بِقُوَّةٍ وَّاذۡكُرُوۡا مَا فِيۡهِ لَعَلَّكُمۡ تَتَّقُوۡنَ ۝٦٣

63-اور (تمہارے اس قسم کے غلط دعوے اور باربار کی گمراہی کو ختم کرنے کے لئے یاد کرو) جب ہم نے تم سے عہد لیا تھا اور طُور کو تمہارے اوپر بلند کردیا تھا (اور حکم دیا تھا کہ ہمارے احکام وقوانین) جو ہم نے تمہیں دیئے ہیں ان پر پوری دل جمعی سے عمل کرتے رہنا اور جو کچھ ان کے (مقاصد ہیں) ان کا ذکر کرتے رہنا (یعنی انہیں مت فراموش کرنا) تاکہ تم تباہ کن نتائج سے بچ سکو۔

ثُمَّ تَوَلَّيۡتُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ ذٰلِكَۚ فَلَوۡلَا فَضۡلُ اللّٰهِ عَلَيۡكُمۡ وَرَحۡمَتُهٗ لَكُنۡتُمۡ مِّنَ الۡخٰسِرِيۡنَ ۝٦٤

64- لیکن اس محکم عہد و پیمان کے بعد تم اس سے پھر گئے۔ مگر پھر بھی اگر اللہ (اپنے قانونِ مہلت کے تحت سنبھلنے کے لئے مزید وقت کی صورت میں) تم پر فضل نہ کرتا اور نشو ونما کے لئے قدم بہ قدم تمہاری مدد و رہنمائی نہ کرتا تو تم یقیناً تباہ ہو چکے ہوتے۔

وَلَقَدۡ عَلِمۡتُمُ الَّذِيۡنَ اعۡتَدَوۡا مِنۡكُمۡ فِى السَّبۡتِ فَقُلۡنَا لَهُمۡ كُوۡنُوۡا قِرَدَةً خٰسِئِيۡنَۚ ۝٦٥

65-اور بلاشبہ (یہ تھے وہ حالات جن کے بارے میں تمہیں) اچھی طرح آگاہ کیا گیا۔ اور تم میں سے وہ لوگ جنہوں نے (ایک یہ پابندی کہ) ہفتے کے روز (مچھلیاں نہ پکڑو) پر بھی قائم نہ رہ سکے اور اس نظم وضبط کو توڑ ڈالا۔ پھر اُن پر ہمارا (پیکروں کو مسخ کردینے والا) حکم طاری ہوگیا تب وہ (مسخ ہوکر) ذلت امیزی میں بندروں (کے پیکر) بن کر رہ گئے۔

فَجَعَلۡنٰهَا نَكَالًا لِّمَا بَيۡنَ يَدَيۡهَا وَمَا خَلۡفَهَا وَمَوۡعِظَةً لِّلۡمُتَّقِيۡنَ ۝٦٦

66-اور یوں ہم نے (انہیں مسخ شدہ چلتے پھرتے پیکر بنا کر) ان کے ہم عصروں اور بعد میں آنے والی نسلوں کے لئے عبرت کا نشان بنا دیا تاکہ وہ لوگ جو سبق آموز آگاہی کے مطابق چلنے والے ہیں وہ تباہ کن نتائج سے بچنے کے لئے

نازل کردہ احکام وقوانین کو اختیار کیے رکھیں۔

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖٓ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تَذْبَحُوْا بَقَرَةً ؕ قَالُوْٓا اَتَتَّخِذُنَا هُزُوًا ؕ قَالَ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ ﴿۶۷﴾

67-اور (وہ واقعہ بھی یاد کرو) جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا! کہ اللہ نے تمہاری گائے پرستی ختم کرنے کے لئے حکم دیا ہے کہ تم لازماً ایک (وہ گائے جس کی پرستش کی جاتی تھی) ذبح کرو۔ تو وہ کہنے لگے! کیا تم ہمارے ساتھ مذاق کررہے ہو؟ موسیٰ نے جواب دیا! کہ میں اس سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں کہ میں ان میں سے ہو جاؤں جو جاہل ہیں (یعنی جو اللہ کے احکام اور سچائیوں کو سمجھتے ہی نہیں اور ان سے منہ موڑے رکھتے ہیں)۔

قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا هِىَ ؕ قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا فَارِضٌ وَّلَا بِكْرٌ ؕ عَوَانٌۢ بَيْنَ ذٰلِكَ ؕ فَافْعَلُوْا مَا تُؤْمَرُوْنَ ﴿۶۸﴾

68- مگر وہ کہنے لگے! کہ آپ اپنے رب سے درخواست کریں کہ وہ ذرا اور واضح طور پر بتائے کہ وہ گائے کس قسم کی ہونی چاہئے۔ موسیٰ نے کہا! کہ اللہ کا ارشاد ہے! کہ بے شک وہ گائے نہ بوڑھی ہو نہ بالکل کم عمر ہو بلکہ دونوں عمروں کے درمیان میں ہو۔ لہٰذا اب تم اس حکم کی تعمیل کرڈالو۔

قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا لَوْنُهَا ؕ قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ صَفْرَآءُ ۙ فَاقِعٌ لَّوْنُهَا تَسُرُّ النّٰظِرِيْنَ ﴿۶۹﴾

69-وہ کہنے لگے! (کہ بات اب بھی واضح نہیں ہوئی لہٰذا) اپنے رب سے یہ بھی پوچھ دو کہ اس کا رنگ کیسا ہو۔ موسیٰ نے پھر کہا! کہ یقیناً اللہ کا ارشاد ہے! کہ وہ گہرے زرد رنگ کی گائے ہو جس کا رنگ ایسا شوخ ہو کہ دیکھنے والوں کا جی خوش ہو جائے۔

قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا هِىَ ۙ اِنَّ الْبَقَرَ تَشٰبَهَ عَلَيْنَا ؕ وَاِنَّآ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ لَمُهْتَدُوْنَ ﴿۷۰﴾

70-(مگر اے بنی اسرائیل، اس پر بھی تم آمادہ عمل نہ ہوئے اور مزید حجت بازی کے لئے) کہا! کہ اپنے نشو ونما دینے والے سے ذرا صاف صاف پوچھ کر بتائیں کیونکہ حقیقت یہ ہے کہ گائے کے تعین کے بارے میں بات اب بھی کچھ مشتبہ سی ہے (تاکہ ہم صحیح بات تک پہنچ جائیں) اور یقیناً جو کچھ اللہ کا منشا ہے ہم ٹھیک اسی رہنمائی کے مطابق کریں گے۔

قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا ذَلُوْلٌ تُثِيْرُ الْاَرْضَ وَلَا تَسْقِى الْحَرْثَ ۚ مُسَلَّمَةٌ لَّا شِيَةَ فِيْهَا ؕ قَالُوا الْـٰٔنَ جِئْتَ بِالْحَقِّ ؕ فَذَبَحُوْهَا وَمَا كَادُوْا يَفْعَلُوْنَ ﴿۷۱﴾ ع

ع 8 10 8

71- موسیٰ نے کہا! کہ اس میں کوئی شک وشبے والی بات ہی نہیں کہ یہ اللہ کا ارشاد ہے کہ! وہ گائے نہ محنت کرنے والی اور

نہ ہی وہ زمین پر ہل جوتنے کے لئے ہو اور نہ ہی کھیتی کو پانی سے سیراب کرنے کے لئے استعمال ہوتی ہو۔ اور صحیح وسالم ہو۔ اور وہ ہر قسم کے داغ دھبے سے پاک ہو۔ تب انہوں نے کہا! (کہ اے موسیٰؑ) اب تم پوری بات لے آئے ہو۔ چنانچہ انہوں نے اس (گائے) کو ذبح کر دیا۔ ورنہ (جس طرح وہ لیت ولعل کر رہے تھے اس سے تو) وہ کبھی بھی یہ کرنے والے نہ تھے۔

وَاِذْ قَتَلْتُمْ نَفْسًا فَادّٰرَءْتُمْ فِيْهَا ۗ وَاللّٰهُ مُخْرِجٌ مَّا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ ۝

72-اور (وہ وقت بھی یاد کرو) جب تم نے ایک شخص کو قتل کر دیا تھا۔ تو تم آپس میں جھگڑتے (اور قتل کا الزام ایک دوسرے پر لگاتے تھے۔ اور تم میں سے ہر ایک اس قتل سے اپنے آپ کو بری قرار دیتا اور اسے دوسرے کی طرف منسوب کرتا تھا۔ مگر جو کچھ تم نے کیا تھا اور) جسے تم چھپاتے تھے اللہ نے وہ سب ظاہر کر دیا۔

فَقُلْنَا اضْرِبُوْهُ بِبَعْضِهَا ۗ كَذٰلِكَ يُحْيِ اللّٰهُ الْمَوْتٰى ۙ وَيُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝

73- تب ہم نے (اُنہیں ایسے طریقۂ کار کے بارے میں) رہنمائی دی (جس کو استعمال کر کے چوٹ سے بے جان ہوئے جسم میں زندگی کی حرکت پیدا ہو سکتی تھی۔ لہٰذا اُس طریقۂ کار) کے مطابق اُس کے ایک حصے کو ضرب لگائی گئی (اور اس طرح اس کے جسم میں حرکت پیدا ہو گئی اور اس نے راز ظاہر کر دیا) یوں اللہ مُردوں کو زندہ کرتا ہے اور تمہیں اپنی نشانیاں دکھاتا ہے تاکہ تم عقل سے کام لے کر (یہ سمجھنے کی کوشش کرو کہ اللہ کی نشانیوں کے مقاصد کیا ہیں)۔

(نوٹ: بعض محققین جن کا تعلق جسمانی چوٹوں سے انسان پر طاری ہو جانے والی موت کی حالتوں سے ہے، اُن کے لئے یہ آیت انتہائی اہم اور تحقیق طلب ہے تاکہ وہ اس آیت میں درج طریقۂ کار کے لئے مزید سے مزید تحقیق کر سکیں)۔

ثُمَّ قَسَتْ قُلُوْبُكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ فَهِىَ كَالْحِجَارَةِ اَوْ اَشَدُّ قَسْوَةً ۗ وَاِنَّ مِنَ الْحِجَارَةِ لَمَا يَتَفَجَّرُ مِنْهُ الْاَنْهٰرُ ۗ وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا يَشَّقَّقُ فَيَخْرُجُ مِنْهُ الْمَآءُ ۗ وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا يَهْبِطُ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ۗ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ۝

74-(غرضیکہ تمہارے ساتھ یہ کچھ ہوتا رہا۔ تم بگڑتے اور بنتے رہے۔ آخر کار تم نے اللہ کے احکام وقوانین سے یکسر منہ موڑ لیا) پھر اس کے بعد تمہارے قلوب پتھر کی طرح سخت ہو گئے بلکہ ان سے بھی زیادہ سخت۔ کیونکہ تحقیق کرنے والے جانتے ہیں کہ پتھروں میں تو کوئی ایسا بھی ہوتا ہے جو پھٹ جاتا ہے اور اس سے پانی کا چشمہ ابل پڑتا ہے۔ اور ان میں بلاشبہ کوئی ایسا بھی ہوتا ہے جو اللہ کی ہیبت سے گر جاتا ہے۔ لہٰذا جو کچھ بھی تم کرتے چلے جاتے ہو اللہ اس سے قطعی طور پر بے خبر نہیں۔

(نوٹ: موسیٰ کا لفظ عبرانی لفظ موشا سے ہے جس کا مطلب ہے پانی سے نکالا ہوا۔ اگر یہ قبطی زبان کے لفظ موشے سے نکلا ہے تو اس کا مطلب ہے نہ ڈوبنے والا۔ موسیٰ کا تعلق بنو اسرائیل کے قبیلے بنولادی سے تھا۔ اس قبیلے کو بنو اسرائیل میں وہی مقام حاصل تھا جو ہند میں برہمن کو حاصل ہے۔ دیگر تمام اسرائیلی قبائل بنولادی سے مذہبی رہنمائی حاصل کرتے تھے اور اپنی پرستش گاہوں میں انہی کو امام و پیشوا لگاتے تھے۔ قرآن میں موسیٰ کا ذکر تقریباً 129 مرتبہ آیا ہے۔ موسیٰ کا سال ولادت 1571 ق م جانا جاتا ہے اور وہ محمدؐ سے تقریباً 2141 سال پہلے پیدا ہوئے اور وہ تقریباً 40 سال کی عمر تک مصر میں رہے اور کہا جاتا ہے کہ 1531-1491 ق م تک مدین میں رہے۔ وہاں شعیبؑ کے پاس رہنے کا موقع ملا، موسیٰ ایک عرصے تک ان کا ریوڑ چراتے رہے۔ مگر وہاں شعیبؑ سے انہیں نہایت بلند پایہ پیغمرانہ تربیت میسر آئی۔ شعیبؑ کی بیٹی صفورا سے موسیٰ کی شادی ہوئی۔ موسیٰ سے جو کتاب منسوب ہے اسے تورات کہتے ہیں۔ تورات میں آپ کو دینِ ابراہیم کو جدید کرنے والا، ملتِ اسرائیلیہ کا بانی اور بہت بڑا قوانین دینے والا بتایا گیا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ مصر سے بنی اسرائیل 1491 ق م میں نکلے تھے اور موسیٰ نے بنی اسرائیل کو لے کر صحرائے تیہہ میں 1491-1454 ق م تک قیام کیا۔ بنی اسرائیل صحرائے سینا سے نکل کر ہی صحرائے تیہہ کے ایک سرسبز مقام پر ٹھہرے تھے۔ صحرائے سینا میں ایک پہاڑ شرقاً غرباً خلیج عقبہ سے خلیج سویز تک پھیلا ہوا ہے اس پہاڑ کا نام حوراب ہے اور طُور اسی کی ایک چوٹی کا نام ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اسی پہاڑ حوراب کی ایک وادی کا نام ''طویٰ'' ہے۔ صحرائے تیہہ کے مقام پر کئی سالوں تک رہنے کے بعد موسیٰ کنعان کی طرف بنی اسرائیل کو لے کر روانہ ہوئے۔ اور کنعان کے قریب ہی ایک پہاڑ نیبو کے پاس کہیں پڑاؤ کر لیا۔ راستے میں ایدوم کے پاس ان کے بھائی ہارون فوت ہو گئے اور وہیں ان کو دفن کر دیا گیا۔ ایک دن موسیٰ نیبو پر چڑھ گئے ان کے ساتھ ان کے کچھ اہم پیروکار بھی تھے۔ اس پہاڑ پر ہی وہ فوت ہو گئے اور وہیں پر وہ مدفون ہیں۔ اس وقت ان کی عمر 120 سال تھی)۔

اَفَتَطۡمَعُوۡنَ اَنۡ يُّؤۡمِنُوۡا لَـکُمۡ وَقَدۡ کَانَ فَرِيۡقٌ مِّنۡهُمۡ يَسۡمَعُوۡنَ کَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ يُحَرِّفُوۡنَهٗ مِنۡۢ بَعۡدِ مَا عَقَلُوۡهُ وَهُمۡ يَعۡلَمُوۡنَ ۝

75-(بہرحال اُمتِ یعقوب یعنی بنی اسرائیل کے رویے اور طور طریقے تو اس قسم کے تھے، لیکن اے اہلِ ایمان) کیا تم یہ توقع رکھتے ہو کہ وہ (یعنی یہودی، شرک و فساد اور تکبر و انکار کی روش چھوڑ کر قرآن کی نازل کردہ حقیقتوں کو) تمہاری خاطر تسلیم کر لیں گے۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ ان میں سے ایک گروہ کے لوگ ایسے بھی ہیں جو اللہ کے کلام کو سنتے ہیں اور پھر خوب سوچ سمجھ کر اس میں (اپنے مقاصد اور تعصّبات کے تحت) تبدیلی کر ڈالتے ہیں (جس سے وحی کی بات کچھ سے کچھ ہو جاتی ہے)۔

وَاِذَا لَقُوا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا قَالُوۡٓا اٰمَنَّا ۖۚ وَاِذَا خَلَا بَعۡضُهُمۡ اِلٰى بَعۡضٍ قَالُوۡٓا اَتُحَدِّثُوۡنَهُمۡ بِمَا فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيۡکُمۡ لِيُحَآجُّوۡکُمۡ بِهٖ عِنۡدَ رَبِّکُمۡ ‌ؕ اَفَلَا تَعۡقِلُوۡنَ ۝

76-اور (تم انہیں ایماندار سمجھتے ہو حالانکہ ان کی حالت یہ ہے کہ) جب یہ اہلِ ایمان سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں! کہ ہم ایمان لے آئے ہیں۔اور جب آپس میں ایک دوسرے سے تنہائی میں ملتے ہیں تو کہتے ہیں! (اس جماعت سے ملنا جلنا تو اچھا ہے مگر ہمیں اس کی احتیاط برتنی چاہئے کہ) ان سے وہ باتیں نہ کہہ دی جائیں جنہیں اللہ نے تمہارے اوپر ظاہر کر رکھا ہے تاکہ کہیں یہ تمہارے رب کی ان باتوں کو دلیل کے طور پر (ہمارے خلاف لاکر ہمارا منہ نہ بند کردیں لہٰذا وہ آپس میں کہتے ہیں کہ) اس بات کے لئے کیا تم عقل استعمال نہیں کرتے ہو (کہ اگر ہم اپنی باتیں ان کو بتاتے رہے تو وہ یقیناً ہمیں مات دے دیں گے)۔

اَوَلَا يَعْلَمُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ۝

77-(لیکن) کیا یہ لوگ اتنا بھی نہیں سمجھتے سوچتے کہ جس اللہ نے (ان پر انکشاف کر رکھا ہے) یقیناً وہی اللہ وہ سب کچھ جانتا ہے جسے یہ چھپاتے ہیں یا ظاہر کرتے ہیں۔

النصف

وَمِنْهُمْ اُمِّيُّوْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ الْكِتٰبَ اِلَّآ اَمَانِيَّ وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَظُنُّوْنَ ۝

78-اور ان (یہودیوں) میں سے (ایک گروہ ایسا بھی ہے جس کے لوگ) قطعی طور پر نہ پڑھائے گئے ہیں اور نہ انہیں کچھ سکھایا گیا ہے۔اور وہ لوگ کتاب کا (یعنی اللہ کے نازل کردہ احکام وقوانین کا) ذرا سا بھی علم نہیں رکھتے مگر وہ (اس کے متعلق) صرف اپنے جھوٹے خیالات (کی پیروی کئے چلے جاتے ہیں حالانکہ وہ اس بارے میں جو کچھ علم رکھنے کا دعویٰ کرتے ہیں تو وہ بالکل ان کے اپنے ذہن کے وضع کردہ اندازے اور) گمان ہیں۔

فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ يَكْتُبُوْنَ الْكِتٰبَ بِاَيْدِيْهِمْ ۗ ثُمَّ يَقُوْلُوْنَ هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ لِيَشْتَرُوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۭ فَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا كَتَبَتْ اَيْدِيْهِمْ وَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا يَكْسِبُوْنَ ۝

79-لیکن (انہیں یاد رکھنا چاہئے کہ) یہ تو ایسے لوگوں کی تباہی وبربادی ہے جو خود سے احکام وقوانین وضع کرکے لکھ لیتے ہیں اور کہہ دیتے ہیں کہ یہ سب اللہ کی طرف سے ہیں۔اور اس طرح (سادہ وبے خبر لوگوں سے) تھوڑے بہت فائدے حاصل کرتے رہتے ہیں۔(مگر یہ لوگ اتنا نہیں سمجھتے) کہ ان کی (یہ خود ساختہ باتیں) جو وہ تحریر کرتے ہیں اور جو ان سے وہ کمارہے ہوتے ہیں، وہ تباہی وبربادی کا موجب ہیں۔

وَقَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَيَّامًا مَّعْدُوْدَةً ۭ قُلْ اَتَّخَذْتُمْ عِنْدَ اللّٰهِ عَهْدًا فَلَنْ يُّخْلِفَ اللّٰهُ عَهْدَهٗٓ اَمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝

80-اور وہ (یہودی) یہ بھی کہتے ہیں کہ (ہمارا انجام بالکل ایسا نہیں کہ) ہمیں دوزخ کی آگ چھو سکے۔ اور اگر ایسا ہوا بھی تو یہ صرف چند گنے چنے دنوں کے لئے ہوگا۔ (مگر اس طرح کے لوگوں سے پوچھنے کی بات یہ ہوتی ہے کہ) کیا تم نے اللہ سے کوئی ایسا عہد لیا ہوا ہے کہ جس عہد کی وہ خلاف ورزی نہیں کرے گا یا یہ کہ تم اللہ کی جانب سے ایسی باتیں کہتے ہو (جن کے بارے میں اور جن کے انجام کے متعلق تم بالکل) ہی بے خبر ہو۔

بَلٰى مَنْ كَسَبَ سَيِّئَةً وَّاَحَاطَتْ بِهٖ خَطِيْٓـئَتُهٗ فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۸۱﴾

81-(حالانکہ) یہ طے ہے کہ جس نے بُرائی اختیار کی اور (اس کی وجہ سے) اس کی خطاؤں کے احاطے میں آ کر (بُرائی پر بُرائی کرتا چلا گیا) تو پھر یہ وہی لوگ ہیں جو اہلِ نار ہیں (یعنی دوزخ والے ہیں اور) اس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۸۲﴾ ع 9 11 9

82-لیکن (جہنم والوں کے برعکس) جن لوگوں نے نازل کردہ سچائیوں اور احکام وقوانین کو تسلیم کر کے امن و بے خوفی کی راہ اختیار کر لی اور سنورنے سنوارنے کے کام کرتے رہے تو یہ وہ لوگ ہیں جو جنتی ہیں اور وہ اس (راحتوں کے مقام میں) ہمیشہ رہیں گے۔

وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِىْٓ اِسْرَآءِيْلَ لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ ۗ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّذِى الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَقُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا وَّاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ؕ ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْكُمْ وَاَنْتُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۸۳﴾

83-اور (یاد کرو کہ تمہارا اللہ سے بالکل یہ عہد نہیں تھا کہ تم جو مرضی کرتے رہو مگر تم سے اس کی باز پرس ہی نہ ہو بلکہ یہ تو یوں ہے کہ) جب ہم نے بنی اسرائیل سے پختہ عہد لیا تھا کہ اللہ کے سوا کسی کے احکام وقوانین کی اطاعت نہ کرنا اور ماں باپ کے ساتھ بہت ہی حسین رویے اختیار کرنا اور وہ جو تمہارے رشتہ دار ہیں اور وہ لوگ جو یتیم یعنی بے یار و مددگار رہیں اور وہ جو کاروبار کرنے کے قابل نہ رہے یا جن کے چلتے کاروبار ٹھہر گئے (مساکین)، ان سب کے ساتھ (نہایت حسین سلوک کرنا تاکہ یہ اپنے آپ کو تنہا اور بے بس نہ سمجھیں) اور عام انسانوں سے بھی بہت حسین گفتگو کرنا۔ اور نظامِ صلوٰۃ قائم کرنا اور زکوٰۃ کی ادائیگی کے نظام پر عمل کرتے رہنا۔ (لیکن یہ احکام اور سبق آموز آگاہی حاصل کر لینے کے بعد) ایک بار پھر تم میں سے سوائے چند کے باقی سب سیدھا راستہ چھوڑ کر دوسری طرف چل نکلے۔ (مگر یہ کوئی اتفاقی بات نہیں تھی کیونکہ) تم تھے ہی (سیدھے راستوں سے) منہ موڑ لینے والے (لوگ)۔

وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ لَا تَسْفِكُوْنَ دِمَآءَكُمْ وَلَا تُخْرِجُوْنَ اَنْفُسَكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ ثُمَّ اَقْرَرْتُمْ وَاَنْتُمْ

تَشْهَدُوْنَ ﴿۸۴﴾

84-اور (یاد کرو) جب ہم نے تم سے یہ پختہ عہد بھی لیا تھا کہ تم آپس میں خوں ریزیاں نہیں کرو گے اور نہ ہی تم ایک دوسرے کو اس کے وطن سے نکال کر (بے وطن) کرو گے اور ایک بار پھر تم نے (اس بات کا) اقرار کرلیا تھا جس کے تم خود گواہ ہو (مگر پھر تم اس پر قائم نہ رہ سکے۔)

ثُمَّ اَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ تَقْتُلُوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَتُخْرِجُوْنَ فَرِيْقًا مِّنْكُمْ مِّنْ دِيَارِهِمْ ۡ تَظٰهَرُوْنَ عَلَيْهِمْ بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ؕ وَاِنْ يَّاْتُوْكُمْ اُسٰرٰى تُفٰدُوْهُمْ وَهُوَ مُحَرَّمٌ عَلَيْكُمْ اِخْرَاجُهُمْ ؕ اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ ۚ فَمَا جَزَآءُ مَنْ يَّفْعَلُ ذٰلِكَ مِنْكُمْ اِلَّا خِزْىٌ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُرَدُّوْنَ اِلٰٓى اَشَدِّ الْعَذَابِ ؕ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۸۵﴾

85-اور پھر تم ہی وہ لوگ ہو جو اپنوں کو قتل کرتے ہو اور اپنے ہی ایک فریق (کے کمزور و بے بس لوگوں کو) ان کے گھروں سے نکال باہر کرتے ہو۔ اور (انہیں کمزور جان کر) ان پر اس طرح چڑھائی کرتے ہو کہ گویا انسانیت کی ہر قدر تباہ ہو کے رہ جاتی ہے (الاثم) اور تم ان سے ان کے حقوق چھین کر انہیں پریشانیوں میں مبتلا کئے رکھتے ہو (العدوان)۔ اور (جب نکالے گئے کمزوروں اور بے سہاروں کو کوئی مغلوب پا کر) قیدی بنالیتا ہے تو تم ان کا فدیہ دے کر انہیں چھڑا کر (سمجھتے ہو کہ تم نے اپنی طرف سے اللہ کے ساتھ کیا ہوا عہد پورا کر دیا) حالانکہ انہیں ان کے گھروں سے نکالنا ہی سنگین جرم اور بدترین گناہ تھا۔ مگر کیا تم اللہ کے نازل کردہ نظامِ زندگی کے کچھ حصوں پر ایمان رکھتے ہو اور بعض کا انکار کرتے ہو؟ لیکن پھر (یاد رکھو کہ) تم میں سے جو کوئی ایسا کرے گا تو اسے دنیا کی زندگی میں بھی ذلت و رسوائی کا سامنا کرنا پڑے گا اور قیامت کے دن وہ ایسے عذاب کی طرف لوٹا دیئے جائیں گے جو شدید ترین ہوگا۔ اور (یہ بھی یاد رکھو کہ تم اس سے کوئی بات چھپا نہیں سکتے ہو کیونکہ) اللہ تمہارے کسی عمل سے غافل نہیں ہے۔

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا بِالْاٰخِرَةِ ۡ فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿۸۶﴾ ع 10/4/10

86-یہ ہیں وہ لوگ جو دنیا کی زندگی (کی آسائشوں کو حاصل کرنے کے لئے) آخرت (کی سرفرازیوں کا) سودا کر لیتے ہیں۔ اس لئے وہ ایسے عذاب میں مبتلا کر دیئے جائیں گے جس میں کوئی کمی نہیں ہوگی اور (کوئی ایسا نہیں ہوگا جو اس حال سے نکلنے میں) ان کی مدد کر سکے۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَقَفَّيْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ بِالرُّسُلِ ۡ وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ؕ اَفَكُلَّمَا جَآءَكُمْ رَسُوْلٌۢ بِمَا لَا تَهْوٰٓى اَنْفُسُكُمُ اسْتَكْبَرْتُمْ ۚ فَفَرِيْقًا كَذَّبْتُمْ ۡ وَفَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ ﴿۸۷﴾

87-اور تحقیق کرنے والے جانتے ہیں کہ ہم نے (اے بنی اسرائیل! تمہارے لئے صرف) موسیٰ کو ہی کتاب یعنی ضابطۂ حیات عطا (نہیں) کیا بلکہ اس کے بعد بھی (نوع انساں کی طرف) یکے بعد دیگرے مختلف رسول آتے رہے۔ اور پھر عیسیٰ ابنِ مریم ہماری جانب سے واضح مدلل ثبوت لے کر آیا (تاکہ وہ جو اللہ کے نازل کردہ احکام اور سچائیوں کا انکار کرتے ہیں ان کے انکار کی وجہ ختم ہو جائے) اور ہم نے اس کی مدد روح القدس سے کی۔ لیکن کیا (وجہ ہے کہ) جب بھی کوئی رسول تمہارے پاس وہ (احکام وقوانین) لے کر آیا جنہیں تمہارے نفسانی (مفادات) پسند نہیں کرتے تھے تو تم نے تکبر سے (انہیں ٹھکرا دیا۔ اور ان رسولوں میں سے) کچھ کو تم جھٹلاتے رہے اور کچھ کو قتل کرتے رہے۔

وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا غُلْفٌ ؕ بَلْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ فَقَلِيْلًا مَّا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۸۸﴾

88-اور (اے رسولؐ! اب یہ وحی جو تم پر نازل ہوتی ہے تو اس کے ساتھ ان کی بے اعتنائی کا یہ عالم ہے کہ اس پر غور کرنا تو ایک طرف، یہ اسے سننا تک بھی نہیں چاہتے اور) کہتے ہیں! کہ ہمارے دلوں پر پردے پڑے ہوئے ہیں (یعنی ہم پر تمہاری وحی کا کچھ اثر نہیں ہوتا۔ ان سے کہو کہ یہ کوئی خوبی یا فخر کی بات نہیں بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ) نازل کردہ حقیقتوں سے انکار کرتے رہنے کی وجہ سے اللہ نے انہیں اپنی محبت سے دُور کر رکھا ہے۔ لہٰذا بہت کم ہیں جو ایمان رکھتے ہیں (باقی تو وہ ہیں جنہوں نے سرکشی اختیار کر رکھی ہے)۔

وَلَمَّا جَآءَهُمْ كِتٰبٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ ۙ وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۚۖ فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ ؗ فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴿۸۹﴾

89-اور اب جب ان کے پاس اللہ کی طرف سے ضابطۂ حیات آ گیا ہے (اور یہ انہی نازل کردہ احکام وقوانین کو) سچ کر دکھانے والا ہے جو ان کے پاس موجود ہیں (مگر جو ان کے اپنے ردوبدل کی وجہ سے قابلِ یقین اور قابلِ عمل نہیں رہے) اور وہ اس سے پہلے اس کا انکار کرنے والوں سے (کہا کرتے تھے! کہ اللہ کی طرف سے اب آئے گا ایسا نظامِ زندگی جو قابلِ عمل آگاہی اور رہنمائی سے لبریز ہوگا اور جو اُن کے شکوک وشبہات دُور کر کے قائل کرنے میں) فتحیاب رہے گا۔ مگر جب یہ (نظامِ زندگی نازل) ہوا تو یہ اچھی طرح اسے جاننے اور پہچاننے کے باوجود اس کی حقیقتوں کا انکار کر بیٹھے۔ لہٰذا اسی وجہ سے اللہ نے ان انکار کرنے والوں پر اپنی لعنت کر رکھی ہے یعنی انہیں اپنی محبت سے دُور کر رکھا ہے۔

بِئْسَمَا اشْتَرَوْا بِهٖٓ اَنْفُسَهُمْ اَنْ يَّكْفُرُوْا بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بَغْيًا اَنْ يُّنَزِّلَ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ۚ فَبَآءُوْ بِغَضَبٍ عَلٰى غَضَبٍ ؕ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴿۹۰﴾

90-(چنانچہ) کس قدر کراہت آمیز اور بُری ہے وہ چیز (یعنی جہالت اور دنیا پرستی) جس کے بدلے میں ان لوگوں نے

اپنے آپ کا سودا کر رکھا ہے۔ اسی لئے یہ لوگ اللہ کے نازل کردہ (احکام وقوانین اور سچائیوں) سے بغاوت کرتے ہیں جنہیں اللہ اپنے فضل سے اپنے بندوں میں سے جس پر مناسب سمجھتا ہے نازل کرتا ہے (مگر ان کا تعصب اور ضد یہ ہے کہ رسول صرف انہی میں سے ہونا چاہئے جس پر یہ کلام نازل ہو)۔ اس لحاظ سے تو انہوں نے (اپنے آپ کو اللہ کی جانب سے) ایک کے بعد ایک شدید سزا کا حقدار کر لیا ہے۔ چنانچہ اس طرح سرکشی وانکار کرتے رہنے والوں کو تو ذلت آمیز عذاب کا سامنا کرنا پڑے گا۔

وَاِذَا قِيۡلَ لَهُمۡ اٰمِنُوۡا بِمَآ اَنۡزَلَ اللّٰهُ قَالُوۡا نُؤۡمِنُ بِمَآ اُنۡزِلَ عَلَيۡنَا وَيَكۡفُرُوۡنَ بِمَا وَرَآءَهٗ وَهُوَ الۡحَـقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَهُمۡ‌ؕ قُلۡ فَلِمَ تَقۡتُلُوۡنَ اَنۡۢبِيَآءَ اللّٰهِ مِنۡ قَبۡلُ اِنۡ كُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِيۡنَ ﴿۹۱﴾

91-اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ (اس قرآن) پر جو اللہ کی طرف سے نازل ہوا ہے ایمان لے آؤ! تو وہ کہتے ہیں کہ! ہم صرف اس (کتاب) پر ایمان رکھتے ہیں جو ہماری طرف نازل کی گئی تھی۔ اس کے سوا ہم کسی اور چیز کو تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں۔ حالانکہ یہ (قرآن) ایسا سچ ہے جو اپنی گواہی آپ ہے اور وہ اُسے سچ کر دکھانے والا ہے جو کچھ ان کے پاس ہے (یعنی جو اُن کی جانب نازل ہوا ہے)۔ ان سے کہو! (کہ اگر تمہارا یہی اعتراض ہے کہ تم اس قرآن کو اس وجہ سے نہیں مانتے کہ یہ ایک غیر اسرائیلی کی طرف نازل ہوا ہے تو بتاؤ کہ) اس سے پہلے (جو اسرائیلی رسول تمہاری طرف آتے رہے تھے تو) تم ان اللہ کے نبیوں کو کیوں قتل کر دیتے تھے اگر تم (واقعی اپنی ہی کتاب پر) ایمان رکھتے تھے۔

وَلَقَدۡ جَآءَكُمۡ مُّوۡسٰى بِالۡبَيِّنٰتِ ثُمَّ اتَّخَذۡتُمُ الۡعِجۡلَ مِنۡۢ بَعۡدِهٖ وَاَنۡتُمۡ ظٰلِمُوۡنَ ﴿۹۲﴾

92-اور یہ بھی حقیقت ہے کہ موسیٰ تمہارے پاس واضح ثبوت لے کر آیا تھا۔ لیکن اس کے باوجود اس کے بعد (جس دوران وہ کوہ طور پر رہا) تم نے گائے کی پرستش شروع کر دی کیونکہ تم تھے ہی اللہ کے حقوق سے انکار کر کے اس کی طے شدہ حدوں کو توڑ کر زیادتی و بے انصافی کرنے والے مجرم لوگ (ظٰلمون)۔

وَاِذۡ اَخَذۡنَا مِيۡثَاقَكُمۡ وَرَفَعۡنَا فَوۡقَكُمُ الطُّوۡرَ ؕ خُذُوۡا مَآ اٰتَيۡنٰكُمۡ بِقُوَّةٍ وَّاسۡمَعُوۡا ‌ؕ قَالُوۡا سَمِعۡنَا وَعَصَيۡنَا وَاُشۡرِبُوۡا فِىۡ قُلُوۡبِهِمُ الۡعِجۡلَ بِکُفۡرِهِمۡ‌ؕ قُلۡ بِئۡسَمَا يَاۡمُرُكُمۡ بِهٖۤ اِيۡمَانُكُمۡ اِنۡ كُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِيۡنَ ﴿۹۳﴾

93-اور (ان سے یہ بھی پوچھو کہ) جب انہوں نے ہمارے ساتھ (اس وقت) پکا عہد کیا تھا (جب انہیں یقین ہو گیا تھا کہ) جو ہم نے طُور کو ان کے اوپر بلند کیا ہے وہ (ان پر گرنے والا ہے) تو جو کچھ انہیں دیا گیا ہے وہ اسے مضبوطی و استقلال کے ساتھ اختیار کئے رکھیں گے اور (پھر ان سے کہا گیا کہ) سنو! (ان نازل شدہ احکام وقوانین اور سچائیوں کو تسلیم کرو، انہیں سمجھو اور انہیں اپناؤ) تو تم نے (یعنی تمہارے اسلاف نے کہا تھا کہ) ہم نے سن لیا۔ لیکن پھر تم نے

نافرمانی کی اور سب کچھ اَن سنا کر دیا کیونکہ یوں انکار کرتے رہنے کی وجہ یہ تھی کہ تمہارے دلوں میں بچھڑے کی پرستش رچی ہوئی تھی۔ (چنانچہ اے محمدؐ) کہو ان سے کہ کس قدر کراہت آمیز بُرا راستہ ہے (جس کو اختیار کرنے) کا حکم تمہارا (نام نہاد) ایمان دیتا ہے۔ (اور ان سے یہ بھی پوچھو کہ کیا) ایسی ہوتی ہے امن اور بے خوفی والی حالت جسے تم اختیار کئے بیٹھے ہو۔

قُلۡ اِنۡ كَانَتۡ لَـكُمُ الدَّارُ الۡاٰخِرَةُ عِنۡدَ اللّٰهِ خَالِصَةً مِّنۡ دُوۡنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الۡمَوۡتَ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِيۡنَ ﴿۹۴﴾

94- (اور اے رسولؐ! ان سے یہ بھی) پوچھو کہ آخرت کا گھر (یعنی مرنے کے بعد کی وہ زندگی جہاں اعمال کی جوابدہی ہوگی وہاں اللہ کی طرف سے میسر آنے والا حسین راحتوں کا مقام) اگر خالصتاً تمہارے ہی لئے ہے اور وہ دوسرے انسانوں (یعنی غیر اسرائیلیوں کے لئے نہیں ہے) تو پھر تمہیں موت سے ڈرنا ہی نہیں چاہیئے بلکہ اس کی تمنا کرنی چاہیئے اگر تم واقعی اپنے دعویٰ میں سچے ہو۔

وَلَنۡ يَّتَمَنَّوۡهُ اَبَدًاۢ بِمَا قَدَّمَتۡ اَيۡدِيۡهِمۡ‌ؕ وَاللّٰهُ عَلِيۡمٌۢ بِالظّٰلِمِيۡنَ ﴿۹۵﴾

95- لیکن یہ کبھی موت کی تمنا نہیں کریں گے کیونکہ جو کچھ انہوں نے اپنے ہاتھوں سے (اس دنیا میں کیا دھرا) اگلے جہان میں بھیج رکھا ہے (اس کے بدلے میں انہیں عبرتناک سزا کا سامنا کرنا پڑے گا) اور اللہ ایسے لوگوں کو مکمل طور پر جانتا ہے جو دوسروں کے حقوق کو کم کر کے یا ان سے انکار کر کے اللہ کی طے شدہ حدوں کو توڑ کر زیادتی و بے انصافی کے مجرم بنتے ہیں۔

وَلَتَجِدَنَّهُمۡ اَحۡرَصَ النَّاسِ عَلٰى حَيٰوةٍ‌ۛۚ وَمِنَ الَّذِيۡنَ اَشۡرَكُوۡا‌ۛۚ يَوَدُّ اَحَدُهُمۡ لَوۡ يُعَمَّرُ اَلۡفَ سَنَةٍ‌ۚ وَمَا هُوَ بِمُزَحۡزِحِهٖ مِنَ الۡعَذَابِ اَنۡ يُّعَمَّرَ‌ؕ وَاللّٰهُ بَصِيۡرٌۢ بِمَا يَعۡمَلُوۡنَ ﴿۹۶﴾ ع

96- (اور اسی وجہ سے اے محمدؐ) تم انہیں سب انسانوں سے زیادہ زندگی کا حریص پاؤ گے۔ اور ان میں سے وہ لوگ جنہوں نے شرک کیا (یعنی اللہ پر بھروسہ کم کر کے اس کے اختیارات میں کسی اور کو شریک کرتے رہے تو) ان میں سے ہر ایک یہ چاہتا ہے کہ اس کی عمر ہزار سال کی ہو جائے۔ لیکن اگر اسے اتنی ہی عمر دے بھی دی جائے تو آخر کار اسے عذاب کا سامنا تو تب بھی کرنا ہی پڑے گا۔ اس لئے کہ وہ جو چیز بھی کرتے ہیں وہ اللہ سے اوجھل نہیں (کیونکہ وہ سب کچھ جانتا ہے)۔

قُلۡ مَنۡ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبۡرِيۡلَ فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلۡبِكَ بِاِذۡنِ اللّٰهِ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيۡنَ يَدَيۡهِ وَهُدًى وَّبُشۡرٰى لِلۡمُؤۡمِنِيۡنَ ﴿۹۷﴾

11 10 11 معانقة 2 عند المتاخرين 12

97-(اور یہ جو) جبرائیل سے اس لئے دشمنی رکھتے ہیں (کہ وہ ایک غیر اسرائیلی یعنی محمدؐ کی جانب وحی لے کر آتا ہے تو اے محمدؐ ان سے) کہو! کہ اس نے یہ (قرآن) تمہارے قلب پر اللہ کے حکم سے نازل کیا ہے (یعنی سچائیوں کو تسلیم کرنے اور ان پر عمل کرنے والی رسولؐ کی نورانی صلاحیتوں کے مجموعے پر نازل کیا گیا ہے اور یہ قرآن) اس کو سچ کر دکھانے والا ہے جو ان کے ہاتھوں میں ہے (یعنی قرآن سے پہلے کی نازل شدہ کتابیں جو ان کے پاس ہیں ان میں درج وحی کی باتوں کو سچ کر دکھانے والا ہے) اور یہ ان لوگوں کو جو نازل کردہ سچائیوں اور احکام وقوانین کو تسلیم کر کے امن کی حالت میں داخل ہو جاتے ہیں انہیں ایسے روشن و درست راستے کے لئے رہنمائی دیتا ہے جو اطمینان بھری منزل کو جاتا ہے اور انہیں ایسے نتائج کی خبر دیتا ہے جو ان کے لئے حقیقی مسرت کا باعث ہوتی ہے (بشریٰ)۔

مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّلّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَرُسُلِهٖ وَجِبْرِيْلَ وَمِيْكٰلَ فَاِنَّ اللّٰهَ عَدُوٌّ لِّلْكٰفِرِيْنَ ۝۹۸

98-(اور ان کی یہ دشمنی صرف جبرائیل تک ہی محدود نہیں ہے بلکہ اس سے بھی بڑھ کر ہے۔ اس لئے اے محمدؐ انہیں تنبیہہ کر دو کہ) جو کوئی بھی اللہ سے اور اس کے فرشتوں سے اور اس کے رسولوں سے اور جبرائیل سے اور میکائیل سے دشمنی رکھے گا (تو یاد رکھو کہ) اس میں کوئی شک وشبے والی بات ہی نہیں کہ اللہ ایسے تمام انکار کرنے والوں کا دشمن ہے۔

وَلَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ ۚ وَمَا يَكْفُرُ بِهَآ اِلَّا الْفٰسِقُوْنَ ۝۹۹

99-اور اس میں بھی کوئی شک وشبے والی بات نہیں کہ (اے محمدؐ) ہم نے آپ کی طرف واضح اور شفاف دلائل پر مبنی احکام وقوانین نازل کئے ہیں۔ مگر ان سے صرف وہی انکار کرتے ہیں جو اللہ کے احکام وقوانین کی حفاظت سے نکل کر خرابی پیدا کرنے والا راستہ اختیار کر لیتے ہیں۔

اَوَكُلَّمَا عٰهَدُوْا عَهْدًا نَّبَذَهٗ فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ ۭ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝۱۰۰

100-اور (یہ تو ہے ان کے اعتقادات کی حالت اور جہاں تک ان کی عملی زندگی کا تعلق ہے) تو جب کبھی انہوں نے عہد وپیمان کیا تو انہی کے کچھ لوگوں نے اس عہد کو ایک طرف پھینک دیا بلکہ ان میں سے تو اکثر ایسے ہیں (جو مستقل قدروں پر یقین ہی نہیں رکھتے اور) نازل کردہ سچائیوں اور احکام وقوانین کو تسلیم ہی نہیں کرتے۔

وَلَمَّا جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ نَبَذَ فَرِيْقٌ مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ ۙ كِتٰبَ اللّٰهِ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ كَاَنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝۱۰۱

101-اور (اے رسولؐ! ان لوگوں کے لئے اللہ کے رسولوں، وحی اور اللہ کے احکام وقوانین کی مخالفت کرنا کوئی نئی بات

نہیں کیونکہ) جب اللہ کی جانب سے ان کے پاس کتاب (انجیل کے ساتھ عیسیٰؑ) رسول آیا جو اس نازل شدہ ضابطۂ زندگی (یعنی کتاب تورات) کی تصدیق کرتا تھا جو ان کے پاس پہلے سے موجود تھی تو ان میں سے ایک فریق نے ان تمام نازل شدہ احکام وقوانین سے (یعنی کتاب تورات سے) اس طرح منہ موڑے رکھا جیسے کہ وہ اسے جانتے تک نہیں۔

وَاتَّبَعُوا مَا تَتْلُوا الشَّيٰطِيْنُ عَلٰى مُلْكِ سُلَيْمٰنَ ۚ وَمَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ ۗ وَمَآ اُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوْتَ وَمَارُوْتَ ۭ وَمَا يُعَلِّمٰنِ مِنْ اَحَدٍ حَتّٰى يَقُوْلَآ اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ ۭ فَيَتَعَلَّمُوْنَ مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُوْنَ بِهٖ بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهٖ ۭ وَمَا هُمْ بِضَاۗرِّيْنَ بِهٖ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ وَيَتَعَلَّمُوْنَ مَا يَضُرُّھُمْ وَلَا يَنْفَعُھُمْ ۭ وَلَقَدْ عَلِمُوْا لَمَنِ اشْتَرٰىهُ مَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ڵ وَلَبِئْسَ مَا شَرَوْا بِهٖٓ اَنْفُسَھُمْ ۭ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿١٠٢﴾

102-اور (صرف اتنا ہی نہیں بلکہ یہ لوگ ایسے کلام، علم، اور کلمات جو جادو، دھوکہ، فریب کے لئے استعمال کئے جاسکتے تھے ان کے گرویدہ ہو گئے اور) انہوں نے جو شیطان پیش کیا کرتے تھے (اس گمراہ و برباد کر دینے والے) علم کو حاصل کر کے ان کی پیروی شروع کر دی اور ان شیطانوں کا تعلق سلیمان کی مملکت سے تھا۔ (اور یہ لوگ اس علم کو سلیمانؑ سے منسوب کیا کرتے تھے)۔ حالانکہ یہ ناممکن تھا کہ سلیمان اللہ کے نازل کردہ احکام وقوانین اور سچائیوں سے انکار کر کے سرکشی اختیار کرتا (اور کسی بھی گمراہ کن علم کی پیروی کرتا)۔ البتہ اللہ کے نازل کردہ احکام وقوانین اور سچائیوں کا انکار تو شیاطین کیا کرتے ہیں کیونکہ یہ انسانوں کو جادو کی تعلیم دیتے اور یہ اس علم کی تعلیم دیتے جو کہ بابل میں دو ملکین ہاروت اور ماروت پر اللہ نے نازل کر رکھا تھا۔ اور وہ (یہ علم) کسی کو اس وقت تک نہیں سکھاتے تھے جب تک کہ وہ سیکھنے والے کو مکمل طور پر آگاہ نہ کر دیتے اور تنبیہہ نہ کر دیتے کہ جو کچھ ہم سکھا رہے ہیں وہ مکمل طور پر آزمائش میں ڈال دینے والا علم ہے، اس لئے آپ اللہ کے نازل کردہ احکام وقوانین اور سچائیوں سے انکار کر کے سرکشی اختیار نہ کریں۔ (بہرحال یہ ان لوگوں کی آزمائش تھی) مگر وہ اس تنبیہہ کے باوجود ان سے ایسی چیز سیکھتے جو کسی شوہر اور اس کی بیوی کے درمیان ناچاقی اور علیحدگی پیدا کرنے والی تھی۔ (حالانکہ یہ انہیں تسلیم کر رکھنا چاہئے تھا کہ) اس قسم کے علم اور چیز کے ذریعے کسی کو کوئی نقصان پہنچایا ہی نہیں جا سکتا کیونکہ نفع ونقصان سوائے اللہ کے قانون کے ممکن نہیں۔ اور وہ ان سے جو کچھ سیکھتے (اگر وہ عقل سے کام لیتے اور غور کرتے تو جان جاتے کہ) وہ چیز انہیں نفع نہیں پہنچا سکتی تھی بلکہ صرف نقصان کا ہی باعث بن سکتی تھی۔ اور اس میں بھی کوئی شک وشبے والی بات نہیں کہ انہیں یہ بھی علم تھا کہ جس کسی نے بھی اس طرح کا سودا کر لیا تو اس کا آخرت (کی سرفرازیوں اور راحتوں) میں کوئی حصہ نہیں ہوگا۔ اور یہ اس قدر کراہت آمیز بُری چیز ہے جس کے

بدلے میں انہوں نے اپنے نفسوں کا سودا کرلیا ہوا تھا۔ کتنا اچھا ہوتا! کہ وہ اس (سودے کی حقیقت کو) جانتے۔

(نــوٹ: بابل: بابل کا مطلب خلط ملط یا گڑ بڑ ہے۔ بابل شہر بغداد سے ستر میل جنوب میں شہر حلہ سے پانچ میل شمال میں دریائے فرات کے دونوں کناروں پر مربع شکل کا شہر تھا۔ دونوں حصے پل سے ملے ہوئے تھے جس کے ستون پتھر کے تھے۔ اور یہ حصے دریا کے نیچے سے ایک سرنگ کے ذریعے بھی ملائے گئے تھے۔ اگر چہ اس شہر کے حکمرانوں کی تاریخ طوفان نوحؑ سے بھی پہلے کی ہے مگر سلیمانؑ کے دور کا بابل شہر اپنی طرز کی تہذیب کا مرکز تھا۔ یہ دور تقریباً 950ق م کا ہے یعنی محمدؐ سے تقریباً 1520 سال پہلے کا ہے۔ یہودیوں کی تباہی بھی اہل بابل کے ہاتھوں ہوئی تھی جس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ شہر ایک عرصہ تک دفاعی مرکز بھی رہا ہوگا۔ یہاں پہ سات منزلہ مینار بھی تھا اور ایک ٹیلے پر معلق باغات بھی تھے جو بخت نصر بادشاہ نے بنوائے جس کا زمانہ 625-605ق۔م ہے یعنی محمدؐ سے تقریباً 1170 سال پہلے کا ہے۔

ہاروت و ماروت: یہ دونوں الفاظ عربی نہیں ہیں بلکہ غیر عربی یا عجمی ہیں۔ ان دونوں شخصیات کے بارے میں مختلف خیالات ہیں۔ ایک گروہ کہتا ہے کہ یہ بابل کے علاقے کے دو سردار تھے اور دوسرا گروہ کہتا ہے کہ یہ فرشتے تھے مگر انسانی شکل میں اس علم کو سکھاتے تھے جس کا ذکر اس میں ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ وہ انسان ہی تھے مگر انہیں فرشتوں جیسا مقدس سمجھا جاتا تھا۔ البتہ قرآن میں یہ نہیں کہا گیا کہ وہ ملائیکہ میں سے تھے بلکہ صرف اتنا کہا گیا ہے کہ وہ ملکین تھے۔

ملکین: اس لفظ کا ڈکشنری کیا مطلب دیتی ہے؟ اس سلسلے میں محققین کا ایک گروہ کہتا ہے کہ اس لفظ کا مادہ (ا ل ک) ہے جس کا بنیادی مطلب ''پیغام پہنچانے کے ہیں'' اس سے ملائیکہ کا لفظ نکلا ہے جس کا مطلب فرشتے لیا جاتا ہے۔ اس لحاظ سے کہنے والے ہاروت و ماروت کو فرشتے کہتے تھے۔ مگر دوسرا گروہ ملکین کا مادہ (م ل ک) بتلاتا ہے جس کے بنیادی معنی قوت واختیار رکھنا وغیرہ ہیں۔ اس لحاظ سے کہنے والے ہاروت و ماروت کو وہاں کے سرداروں میں سے مانتے ہیں۔ البتہ جو وہ علم سکھاتے تھے وہ قرآن کی ملائیکہ کے بارے میں اگر مجموعی آگاہی کو مدِ نظر رکھیں تو وہ فرشتوں کے شایان شان دکھائی نہیں دیتی۔ بہر حال یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ان سے کوئی ایسی خطا سرزد ہوئی جس کی وجہ سے وہ اللہ کی سزا کی گرفت میں آ گئے۔ قرآن کیونکہ اصل اہمیت مقاصد اور نتائج کو دیتا ہے اس لئے شخصیات یا جگہوں کا اکثر اوقات سرسری ذکر کرتا ہے۔ اس لئے اہم بات یہ ہے کہ ان پر جو علم نازل ہوا اس سے نقصان پہنچتا تھا۔ اور وہ یہ علم سکھانے سے پہلے سیکھنے والوں کو اس سے آگاہ کرتے تھے یعنی اس آیت کی آگاہی کے مطابق ہر سکھانے والے کو اپنے علم کے اچھے اور بُرے پہلوؤں سے آگاہ ہونا چاہئے اور سیکھنے والے کو اس سے آگاہ کرنا چاہئے۔

ہاروت و ماروت جو علم سکھاتے تھے یہودی لوگ اسے صرف نقصان کے لئے استعمال کرتے تھے۔ سلیمانؑ جب نبوت پر فائز ہوئے تو انہوں نے جادو کا خاتمہ کیا۔ فلسطین کے مدرسوں میں جابجا جادو سکھایا جاتا تھا۔ بہر حال ان کے دورِ حکومت میں جہاں جہاں جادو سکھانے کی درسگاہیں تھیں ان کا خاتمہ کیا گیا اور جادو سکھانے کی جتنی تختیاں، کتابیں اور پانسے تھے انہیں زمین میں دفن کرا کے اس پر اپنا محل تعمیر کروا دیا تاکہ کوئی انہیں کھود کر دوبارہ نہ نکال سکے۔ لہٰذا یہ غور کرنے کی بات ہے کہ اگر جادو سے نقصان پہنچ سکتا تو سب سے زیادہ نقصان سلیمانؑ کو پہنچنا چاہیے تھا جنہوں نے جادو اور جادوگروں کا قلع قمع کرنے کے لئے مہم چلا

رکھی تھی۔ چنانچہ اس آیت کے مطابق نوعِ انسان کو آگاہی دے دی گئی ہے کہ جادو یا جادو کا علم کسی کو بھی کسی بھی طرح سے نقصان نہیں پہنچا سکتا کیونکہ نفع و نقصان سوائے اللہ کے قوانین کے ممکن نہیں۔ بہر حال، سلیمانؑ کی مملکت میں جو شیاطین تھے وہ بھی انسان ہی تھے کیونکہ آیت 6:112 کے مطابق انسانوں میں سے بھی اور جنوں میں سے بھی شیطان ہوتے ہیں۔ چنانچہ ہاروت و ماروت جو ملاکین تھے وہ بھی فرشتے نہیں تھے بلکہ وہ بھی انسان تھے اور وہاں کے سردار تھے۔ لیکن یہ سوال کہ اس علم سے جو نقصان پہنچتا تھا تو وہ کیا تھا؟ تو اس آیت کے سیاق و سباق اور مطلب میں دیا گیا ہے کہ وہ علم یعنی وہ آگاہی ایسی تھی جو آزمائش میں ڈال دینے والی تھی یعنی جو شخص متعلقہ حقائق کی آگاہی رکھتا تھا وہ اگر اسے منفی پراپیگنڈے یا تاثر کے ذریعے میاں یا بیوی تک پہنچائے تو اس سے ان میں ناچاقی ممکن تھی اور اگر انہی حقائق کی آگاہی کو جو کسی میاں یا بیوی سے متعلق ہوتے تھے انہیں مثبت انداز اور اچھے ارادے سے ان تک پہنچائے تو اس سے ان کی محبت و الفت میں اضافہ ہوتا۔ چنانچہ آیت میں اِسی حقیقت کو آزمائش کہا گیا ہے کہ چاہے تو جاننے والا اپنی آگاہی کو بُرے نتائج حاصل کرنے کے لئے استعمال کرے اور اگر چاہے تو اچھے نتائج کے لئے استعمال کرے)۔

وَلَوْ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَمَثُوْبَةٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ خَيْرٌ ۭ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ؑ

103-اور اگر وہ لوگ نازل کردہ سچائیوں اور احکام و قوانین کو تسلیم کر کے امن و بے خوفی کی راہ پر چل پڑتے اور تباہیوں سے بچنے کے لئے اللہ کے احکام کو اختیار کیئے رکھتے تو نتیجہ یہ ہوتا کہ اللہ کے پاس سے انہیں خیر یعنی خوشگواری اور سرفرازی میسر آجاتی۔ اور کتنا اچھا ہوتا! اگر وہ اسے سمجھ جاتے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوا انْظُرْنَا وَاسْمَعُوْا ۭ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ

104-(بہر حال) اے اہلِ ایمان! (ایسے ذو معنی الفاظ جو بیک وقت اپنے مخاطب کی تضحیک یا تعریف کے لئے استعمال ہوں مت استعمال کیا کرو اس لئے جب تم رسولؐ سے مخاطب ہوتے ہو تو) مت راعنا کہا کرو بلکہ انظرنا کہا کرو (اور نبیؐ کی بات کو) غور سے سنا کرو کیونکہ (وہ لوگ جو ادب و احترام کے طریقوں سلیقوں کی سچائیوں کو) تسلیم کرنے سے انکار کر کے سرکشی اختیار کیئے رکھتے ہیں تو ان کے لئے الم انگیز عذاب ہے۔

(نوٹ: یہ آیت ادب و احترام کے طریقوں کی آگاہی فراہم کرتی ہے۔ اس سلسلے میں ایسا لفظ جو مخاطب کے لئے بیک وقت اچھا اور بُرا معنی رکھتا ہے استعمال کرنے کی ممانعت کر دی گئی ہے چنانچہ لفظ ''راعنا'' کو مثال کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔ ''راعنا'' کا مطلب ہے ''ہماری رعایت کیجئے یا ہماری بات سن لیجئے اور ساتھ ہی اس کا مطلب یہ بھی ہے کہ تم ہماری سنو تو ہم تمہاری سنیں یا اے صاحبِ رعونت یا اے جاہل و احمق وغیرہ۔ اس کی بجائے ''انظرنا'' کا مطلب یہ ہے کہ آپ ہماری جانب توجہ فرمائیں یا ذرا ہمیں سمجھ لینے دیجئے)۔

مَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَلَا الْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يُّنَزَّلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ خَيْرٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ۭ وَاللّٰهُ يَخْتَصُّ

بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۝١٠٥

105-(لہٰذا) نہ وہ لوگ جو اہلِ کتاب میں سے کافر ہوگئے اور نہ ہی مشرکین اسے پسند کرتے ہیں کہ تمہارے رب کی طرف سے تم پر خیر نازل ہو (یعنی خوشگواری وسرفرازی دینے والا بہترین کلام یعنی قرآن نازل ہو) مگر اللہ جسے مناسب سمجھتا ہے اس کی قدم بہ قدم اپنی مدد ورہنمائی سے اسے اس کے کمال تک لے جانے کے لئے مخصوص کر لیتا ہے کیونکہ اللہ ہی عظیم فضیلتوں اور فراوانیوں والا ہے۔

مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَآ اَوْ مِثْلِهَا ۭ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰي كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ۝١٠٦

106-(یاد رکھو کہ) ہم جب کوئی آیت منسوخ کر دیتے ہیں یا اسے فراموش کر دیتے ہیں تو اس سے بہتر یا ویسی ہی (کوئی آیت) لے آتے ہیں۔ کیا تمہیں علم نہیں کہ اللہ نے ہر چیز پر مناسبت کے پیمانے مقرر کر رکھے ہیں؟

(**نوٹ**: اس آیت کو قرآن کی بعض آیات کے منسوخ ہونے کی دلیل کے طور پر پیش کیا جاتا ہے۔ لیکن اس آیت میں کہیں یہ نہیں کہا گیا کہ ''جب ہم قرآن کی کسی آیت کو منسوخ کر دیتے ہیں''۔ آیت کے جو بنیادی نمایاں مطالب اختیار کئے جاتے ہیں، وہ یہ ہیں ''نشانی، معجزہ، حکم وقانون وسچائی'' وغیرہ۔ نشانی کے لحاظ سے مطلب بہت واضح ہے۔ یعنی جیسے اونٹ اللہ کی نشانی ہے۔ مگر اب سواری کے لئے انسان کے پاس گاڑیاں، جہاز وغیرہ آ گئے جو بذاتِ خود اللہ کی آیات یعنی نشانیاں ہیں۔ اسی طرح پھلوں اور پھولوں کی نئی قسمیں ہیں یا نئے ستاروں کا پیدا ہونا اور کئی ستاروں یا سیاروں کا پیدا ہوتے رہنا اور کئی کا ختم ہوتے رہنا وغیرہ وغیرہ یہ سب اللہ کی نشانیاں ہیں جنہیں اللہ منسوخ کرتا رہتا ہے اور تخلیق کرتا رہتا ہے اور ان کی جگہ ویسی ہی یا ان سے بہتر آیات یعنی نشانیاں آتی رہتی ہیں۔ آیت کا دوسرا مطلب ''حکم وقانون'' ہے۔ اس لحاظ سے قرآن سے پہلے نازل شدہ کتابوں یا صحیفوں میں آئی ہوئی بعض باتوں کو ختم کر دیا گیا یا بدل دیا گیا یا ویسے کا ویسا ہی حکم نازل کر دیا گیا جیسے یہودیوں کے لئے ''سبت'' کا قانون نازل ہوا مگر مسلمانوں کے لئے ختم کر دیا گیا وغیرہ وغیرہ۔ لیکن قرآن میں کسی آیت کو اللہ نے منسوخ نہیں کیا اور نہ ہی بدلا ہے۔ کیونکہ یہ قرآن نور ہے اور اس کی کسی ایک سورۃ جیسی سورۃ بھی انسان اور جن مل کر نہیں بنا سکتے۔ جنوں اور انسانوں کو یہ چیلنج اس لئے بھی ہے کہ قرآن کی کسی سورۃ کی کوئی آیت منسوخ نہیں ہوئی اور نہ ہی بدلی گئی ہے)۔

اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ۝١٠٧

107-(لہٰذا، یہ ہے وہ اللہ جس کے احکام وقوانین میں کوئی اختلاف وتضاد نہیں کیونکہ) کیا تمہیں علم نہیں ہے کہ آسمانوں اور زمین میں سارا اختیار واقتدار اللہ ہی کے لئے ہے اور اللہ کے سوا نہ تمہارا کوئی ولی ہوسکتا ہے اور نہ ہی کوئی مددگار۔

اَمْ تُرِيْدُوْنَ اَنْ تَسْـَٔلُوْا رَسُوْلَكُمْ كَمَا سُىِٕلَ مُوْسٰى مِنْ قَبْلُ ۭ وَمَنْ يَّتَبَدَّلِ الْكُفْرَ بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ ضَلَّ سَوَاۗءَ السَّبِيْلِ ۝١٠٨